ماہنامہ

احمدی نوجوانوں کیلئے

فروری 2005ء

مدیر

منصور احمد نورالدین

گلی سے مکان میں داخل ہونے والا دروازہ
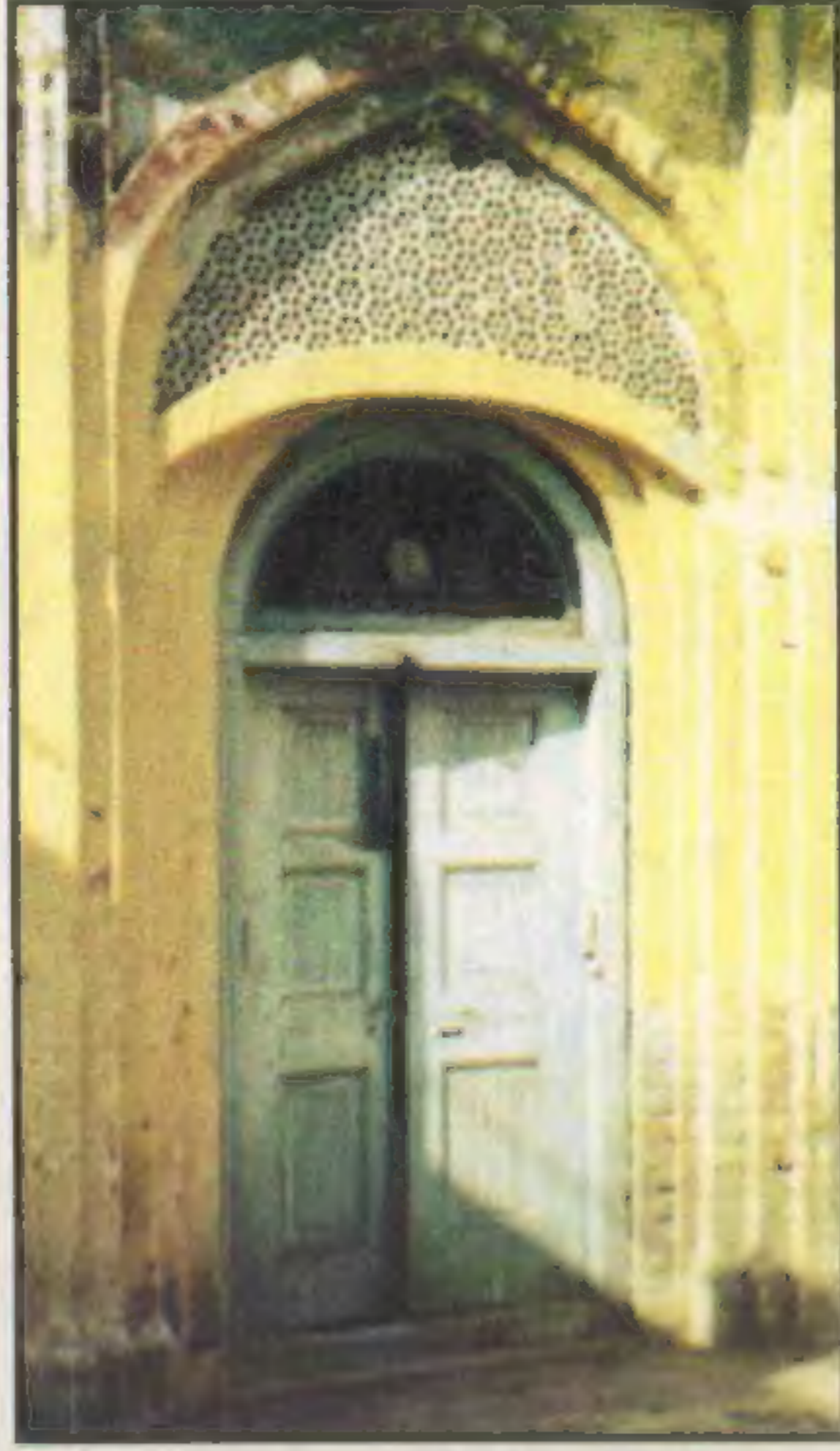
چلہ کشی والے کمرہ کا دروازہ

وہ مکان جس کے بالا خانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چلہ کشی فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود کا نشان عطا فرمایا۔
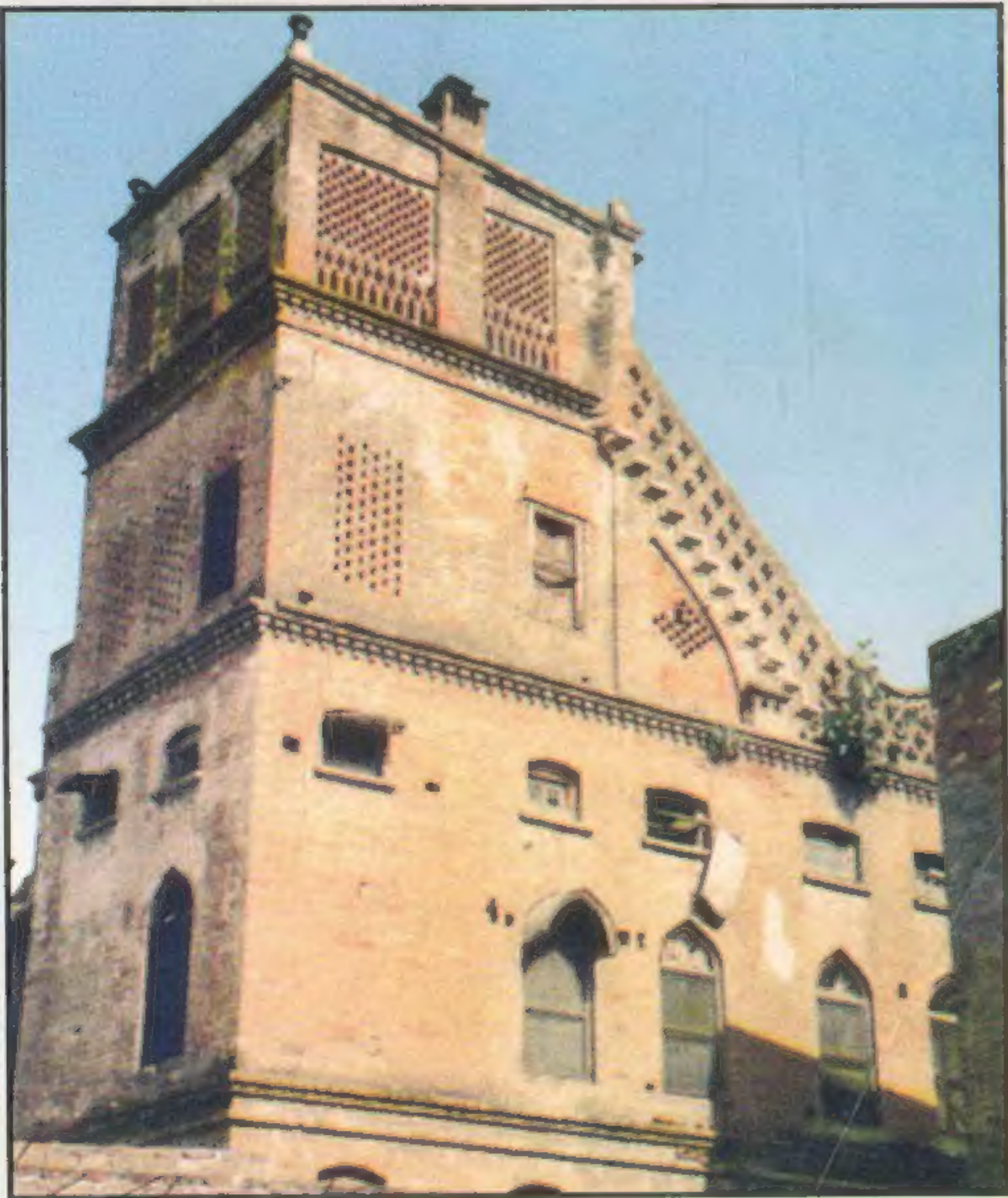
بالا خانہ کے عقب کا ایک منظر

مکان کے بالا خانہ کا سامنے کا منظر

مجلس خدام الاحمدیہ کے نام

محترم صدر صاحب کا پیغام

پیارے خدام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ UK کے اختتامی خطاب میں خدام الاحمدیہ کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

”جھوٹ کے خلاف آپ لوگ ایک مہم چلائیں، عمومی طور پر تمام جماعت لیکن خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ خاص طور پر اس طرف توجہ دیں۔ اور اپنی آئندہ نسلوں کی حفاظت کے لئے اس برائی کو جڑ سے اکھیڑ دیں۔ اور ہر خادم و طفل سو فیصد سچ بولنے والا ہو جائے۔“

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں ہمیں ہمیشہ سچ پر قائم ہونے والا بنائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

سید محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ

خالد

فروری 2005ء

جلد 52
شمارہ نمبر 2

monthlykhalid52@yahoo.com

اس شمارے میں

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر ٹائٹل ڈیزائننگ: شیخ خالد محمود پانی پتی پبلشر: قمر احمد محمود مینیجر: عزیز احمد پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر

مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ) مقام اشاعت: ایوان محمود دارالصدر جنوبی قیمت ۱۰ روپے ۔۔۔۔۔ سالانہ ۱۰۰

PH: +92 4524 212349- 212685 FAX: +92 4524 213091

اداریہ

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کی خواہش

''اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے۔ اور تم کو، ہاں تم کو، ہاں تم کو، خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آ جائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اِس زمین پر قائم ہو جائے۔ **اِسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا** ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو دینا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دُنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سنو! اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو! خدا تمہارے ساتھ ہو! خدا تمہارے ساتھ ہو!! خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔'' (تقریر حضرت مصلح موعود۔ ۲۸ر دسمبر ۱۹۵۳ء)

ماہنامہ خالد فروری 2005ء

اے تاجدار عربؐ! تیرا روپ انوپ(1) تھا

(مرسلہ: مکرم مبشر احمد ڈار صاحب)

پروفیسر جی ایس دارا بیرسٹرایٹ لاء، ایڈیٹر ''انڈیا'' لندن، سکھ مذہب کے پیروکار ہیں۔ آپ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے متاثر ہو کر ۱۹۳۹ء میں کتاب ''رسول عربیؐ'' تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کی سطر سطر سے آپ کی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ عقیدت کے جو پھول دارا صاحب نے اس کتاب میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کئے ہیں ان میں سے چند نمونے ہدیۂ قارئین ''خالد'' ہیں۔ (مدیر)

ایک صاحب کمال آیا۔ جس نے جلوۂ حق دکھایا۔ جس کسی نے اسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا، اُس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی۔ جس کی نگاہِ شوق اُس پر پڑی اُسے منہ مانگی مراد مل گئی۔ جس بشر کو اُس من موہن نے اپنا درشن دیا اُس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا۔

اے عرب! کیا ہی عجب ہوں گے تیرے بھاگ۔ جو تو نے نور خدا اپنی آنکھوں دیکھا۔ کیا ہی اچھے ہوں گے تیرے بخت جو تو نے حبیب خدا کے اپنی آنکھوں درشن کئے۔

> اے عرب! کیا ہی عجب ہوں گے تیرے بھاگ۔ جو تو نے نور خدا اپنی آنکھوں دیکھا۔ کیا ہی اچھے ہوں گے تیرے بخت جو تو نے حبیب خدا کے اپنی آنکھوں درشن کئے۔

اے ولایت عرب! اے بَن اور بیابان کے باس! اے درندوں چرندوں کی بھوم! اے چوروں ڈاکوؤں کے ماویٰ! اے رہزنوں اور لٹیروں کے مسکن! اے اُجڈ گنواروں کے ٹھکانے! اے ازلی بادہ نوشوں کے خم خانے! اے وحشی عرب! تجھ میں بھرے دنیا کے بدکار اور جگت کے مکار۔ نام نہاد کے انسان۔ مگر کرتوت کے شیطان۔

اے سرزمین عرب! آج وہ دن ہے کہ تیرا نام وردِ زبانِ جہاں ہے اور خلق خدا تیرا ذکر خیر کرتی ہے، کون آنکھ ہے، جو تیرے درشن کو نہیں ترستی، وہ کون دل ہے، جو تیری دید کی تمنا نہیں رکھتا وہ کون ملک ہے، جس نے تیرے شاہ کا سکہ نہیں مانا اور وہ کون فرمانروا ہے جس نے تیری حشمت اور دبدبہ کو نہیں جانا۔ اے خطۂ عرب! تو نے اب پرانا جامہ اتارا، تو نے نیا اوتار دھارا، اے عرب! تو نے نیا جنم پایا کیونکہ تجھے رسول خداؐ ہاتھ آیا، اے عرب! رب کے رنگ نیارے ہیں۔ داتا جسے چاہے دیدے، ورنہ تیرے ہاتھ آئے یہ دولت محمدی! تجھے نصیب ہو یہ جمال احمدی!

۱- انوپ: بے مثال

اے ہمالہ کی بلند چوٹیو، تم ہی کچھ کہو! سینکڑوں رِشیوں نے تمہاری شفقت اور پیار کی گود میں نِواس[2] کیے، صدہا جوگیوں نے تمہارے پہلوئے محبت میں جوگ کمائے، ہزاروں تپشیروں نے تمہاری آغوشِ اُلفت میں تپ دھارے، لاکھوں گوروئں سدھوں نے تمہارے ہاں چرن کنول ڈالے۔

اے کوہ ہمالہ! مگر سچ کہنا، کہیں دیکھا ہے تو نے وہ مکہ کا راج دُلارا، کہیں نظر پڑا ہے تجھے بھی وہ مدینہ کا پیارا۔

اے رود بارِ گنگا، تیرے پَوِتّر[3] جل نے پجاریوں کو رام نام جپایا۔ تیری سیتل[4] لہروں نے مسافرانِ عدم کو تھپک تھپک کر ابد کی نیند سلایا، تیرے پاک پانی نے پریم کے جوت کا دیا ہر پریمی کے من میں جلایا، تیرے میٹھے میٹھے ہونٹوں نے معرفت کے تشنہ لبوں کو آبِ کوثر کا مزہ چکھایا۔

اے موجِ گنگا! جس کی آنکھیں تجھ سے دوچار ہوئیں، تو نے اسے گنگ منتر پڑھا کے چھوڑا، جو تشنہ لب تیری نظر پڑا، تو نے اسے گنگا جل پلا کے چھوڑا۔

اے آبِ گنگا! آخر یہ تو کہہ کہیں اُس آبِ زمزم والے سے بھی تیری آنکھ لڑی۔ کہیں اس مکی مدنیؐ نے بھی تجھ سے کوئی گنگا جل بھری!

اے تاجدارِ عربؐ! سنتے ہیں۔ تیری چھب[5] عجب موہنی تھی اور تیرا روپ انوپ تھا۔ اے دلدارِ عربؐ! کہتے ہیں تیری پریت کی جوت جس من میں جگی۔ وہ بجھائے نہ بجھی۔ جس آنکھ پر تیری نگاہ پڑی۔ وہ پھر تیری ہی ہو رہی۔

(رسول عربی صفحہ ۲۵ تا ۲۷)

امین و صادق

اب آگے پیچھے کوئی نہ تھا۔ جو اس یتیم بچے کی پرورش کرتا۔ ظاہر ہے۔ ماں باپ کے سوا کون کسی کو پالتا ہے۔ لیکن قدرت خداوندی اس معصوم کی پرورش کا انتظام اس طرح کرتی ہے کہ آپ کے چچا ابوطالب جو ایک بڑے کنبہ پرور شخص تھے آگے بڑھے اور انہوں نے پرورش اپنے ذمہ لی۔ پالا پوسا اور اپنے ساتھ تجارتی کاروبار میں بھی شریک کر لیا۔ ایام طفولیت سے لے کر قریباً پچیس برس کی عمر تک چچا بھتیجا دونوں شراکت میں تجارت کا کام کرتے رہے۔ آپ نے اپنی صداقت وسچائی اور خوش معاملگی سے کاروبار میں بڑی شہرت حاصل کی۔ یہاں تک کہ لوگ آپ کو ''امین'' اور ''صادق'' کے خطاب سے مخاطب کرنے لگے۔ تجارت و صداقت ہر دو ضدین ہیں، ان کا ساتھ ساتھ نبھانا گویا آگ پانی کو ملانا ہے، تجارت وہ پیشہ ہے کہ جس کے اشتیاق کی اَگنی کو اگر حسد و حرص کے بھوت ساتھ ساتھ دھونکتے نہ جائیں، تو بنج بیوپار[6] کا گرم بازار آناً فاناً ٹھنڈا ہو جائے، خواہ کوئی کتنی ہی جنس بے بہا کیوں نہ رکھے، جب تک اُسے دھوکے کا رنگ نہ دے اور اُسے فریب کے شیشے میں نہ اتارے۔ بھلا کوئی گاہک کیونکر پھنسے۔ جس جگ میں محبت کا معیار زر اور پریت کی پرکھ پیسہ ہو گیا ہو۔ وہاں مال و متاع کے خریداروں کی دلداری بھلا

> اے دلدارِ عربؐ! کہتے ہیں تیری پریت کی جوت جس من میں جگی۔ وہ بجھائے نہ بجھی۔ جس آنکھ پر تیری نگاہ پڑی۔ وہ پھر تیری ہی ہو رہی۔

۲-نِواس: قیام ۔۳-پوتر: پاک صاف ۔۴-سیتل: سرد ۔۵-چھب: انداز ۔۶-بنج بیوپار: تجارت ۔

بجز ریا کاری کس طرح ہوگی۔ جس جگ میں حرص وہوس کا اس قدر زور ہو۔ اور محبت کا عالمگیر قحط۔ وہاں مکر وفریب سے دور بھاگنا۔ راستی پر چلنا، جھوٹ سے کنارہ کرنا اور ''صادق''، ''امین'' کہلانا یہ کس کا کام ہے!

پھر سچ بولنا کس روئے زمین پر؟ عرب کے اندھیرے میں۔ جہاں نہ عقل کی روشنی نہ تمیز کا اجالا۔ جسے دیکھو اندر باہر سے کالا، جہاں لوگ ہر برے فن میں ماہر ہوں، اور ہر سیاہ ہنر میں طاق، وہاں راستی بھرتنا ....، ایسے بدکرداروں میں نیکوکار ہوکر رہنا یہ کس کا کام ہے!

> اس بچاری بھولی بھٹکی عقل کو اس ایک کی کیا خبر، وہ ''ایک'' رسول خداؐ وہ ''ایک'' رحمت کا دریا نہ اسے کینہ سے کام نہ انتقام سے غرض، وہ رحم کا چشمہ وہ محبت کا منبع، وہ بندۂ کبریا، وہ حبیب خداؐ......

پھر سچ بولنا کس عمر میں، جب سن ہو چوبیں پچیس، عین جوانی اور اندھی مستانی، اس وقت جوانی کی امنگیں اور شباب کے ولولے اپنی دُھن میں بشر کو ایسا اندھا اور بے لگام بنا دیتے ہیں کہ وہ دائیں بائیں نگاہ تک نہیں کرتا کہ کہاں ہے راہ راست اور کدھر ہے کجروی۔ اسے خبط ہوتا ہے تو بس اک اپنے خیال سے کہ جس طرح بھی ہو، یہ خبط پورا ہو، جھوٹ موٹ جو بھی بن آئے بناؤ۔ مگر اپنا جنون نبھاؤ۔ جوانی ایک بری بلا ہے۔ جوانی کے ندی نالے جب طغیانی پر آجائیں۔ تو بڑے بڑے گنی[7] پنڈتوں اور دھرم وان[8] کبیشروں[9] کو ان کے سبھی گیان[10] گوشٹ[11] سمیت آئے بہا لیجائیں، جوانی کے اس عالم میں ''صادق القول'' کہلانا بشر کے مقدور سے باہر ہے اور انسان کی طاقت سے بعید مگر یہاں حقیقت ہی کچھ اور ہے۔

آؤ لوگو! دیکھو یہ طلسم حق ہے اے آنکھوں والو! دیکھو تربیت کے سلسلہ کو درہم برہم نہ کرو۔ اور نرنکار کے نور کو اجسام خاک میں نہ ملاؤ۔ آؤ لوگو! اس ''امین'' کو دیکھو۔ یہ امن روپ ہے۔ یہ سندر سروپ ہے۔ اے کانوں والو! آؤ۔ اس ''صادق'' کو سنو یہ قرآن ہے۔ یہ صداقت کا پیغام ہے۔

(رسول عربی صفحہ ۳۹)

فتح مکہ

سبحان اللہ! کیا ٹھکانہ دریائے رحمت کی اس طغیانی کا تھا، یہ دریا اُمڈا اور ہر غلاظت وعفونت گناہ کی بہالے گیا۔ رسول اللہؐ نے اپنے قتل کے قصد کرنے والوں کو، اپنی نور چشم کے قاتلوں کو، اپنے چچا کے کلیجہ کھانے والوں کو، سبھی کو معافی دے دی اور قطعی معافی۔ قتل عام دنیا کی تواریخوں میں اکثر سنتے تھے، مگر قاتلوں کی معافی نہ سنی تھی اور جو عقل سے پوچھو تو وہ تو اب بھی نہ مانے کہ ایک بندۂ خدا بندگانِ خدا پر اتنا رحم وفضل کرسکتا ہے کہ قاتلوں کو معافی عام دیدے۔ مگر اس بچاری بھولی بھٹکی عقل کو اس ایک کی کیا خبر، وہ ''ایک'' رسول خداؐ وہ ''ایک'' رحمت کا دریا نہ اسے کینہ سے کام نہ انتقام سے غرض، وہ رحم کا چشمہ، وہ محبت کا منبع، وہ بندۂ کبریا، وہ حبیب خداؐ......

(رسول عربی صفحہ ۱۶۱۔ ناشر مجلس اردو، ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۹۴۱ء)

❁❁❁❁❁❁❁

۷- گنی: کامل۔ ۸- دھرم وان: مذہبی۔ ۹- کبیشروں: عظیم شاعر۔ ۱۰- گیان: علم ومعرفت۔ ۱۱- گوشٹ: صلاح مشورہ۔

(از حضرت میر محمد اسماعیل صاحب)

مصلح موعود نے دعویٰ کیا جمعہ کے دن
اور جماعت نے بھی امنا کہا جمعہ کے دن

تھا مہینہ صلح کا۔ تاریخ اٹھائیسویں
جب حریفوں کا سبھی جھگڑا مٹا جمعہ کے دن

مصلح موعود کہتے تھے جسے پہلے ہی سب
اب تو وہ بھی متفق ہم سے ہوا جمعہ کے دن

جن کے دل میں تھی ابھی باقی ذرا سی بھی خلش
شک وشبہ اُن کا سب جاتا رہا جمعہ کے دن

سر مراکھاتے تھے پیغامی۔ کہ ''دعویٰ ہے کہاں؟''
اب تو اُن کا عذر بھی جاتا رہا جمعہ کے دن

وہ جو رکھتے تھے ارادہ نیک۔ اور صالح بھی تھے
پاس آ بیٹھیں ہمارے۔ اس دفعہ جمعہ کے دن

دیکھ کر اپنا جمود اور اپنے مرشد کا عروج
دل میں خوش تھا مگر روتا رہا جمعہ کے دن

وہ کرے اصلاح دنیا کی۔ تو ہم اصلاح نفس
تب کہیں پورا ہو اپنا مدعا جمعہ(۱) کے دن

''مفسد موعود''(۲) کی سمجھو کہ شامت آ گئی
یونہی بے مطلب نہیں دعویٰ ہوا جمعہ کے دن

پھر سمندر پار جائے گا علَم توحید کا
اِک سفر ہوگا نیا۔ اعلان تھا جمعہ کے دن

میں تری (دعوۃ) کو پہنچاؤں گا آفاق تک
میرے کانوں نے تو یہ مضموں سنا جمعہ کے دن

گو خصوصیت رہی جمعوں کہ اب کے سال بھر
لیکن اب تو ہوگئی بس انتہا۔ جمعہ کے دن

(۱)(زمانہ حضرت مسیح موعود) (۲)(دجال)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سفر ہوشیار پور جنوری ۱۸۸۶ء

(لئیق احمد ناصر چوہدری)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی منشاء کے تحت ۲۰ یا ۲۱؍جنوری بروز بدھ یا جمعرات ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور کا سفر فرمایا۔ آپ کے ہمراہ حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب کے علاوہ حضرت صاحب کے خادم خاص حضرت شیخ حامد علی صاحب اور فتح خان صاحب تھے۔ ۲۲؍جنوری بروز جمعہ آپ ہوشیار پور پہنچے اور ''طویلہ'' میں قیام فرمایا جو کہ شیخ مہر علی صاحب (ہوشیار پور کے معروف مسلمان رئیس) نے آپ کے لیے خالی کروا چھوڑا تھا۔

چلہ کشی اور پھر کچھ دن قیام کے بعد حضور علیہ السلام ہوشیار پور سے ۱۶؍مارچ کو قادیان کے لئے روانہ ہوئے اور ۱۷؍مارچ ۱۸۸۶ء کو قادیان پہنچے۔[1]

حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب کی نوٹ بک میں پڑھا ہے کہ ہوشیار پور سے قافلہ ۱۷؍مارچ کو قادیان پہنچا۔

(Life Of Ahmad by A. R Dard M.A. page 109 to 114)

ہوشیار پور میں چلہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے کئی بشارات سے نوازا۔ انہیں بشارات میں ایک مصلح موعود جیسے جلیل القدر فرزند کے تولد کی خبر بھی تھی جو کہ اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہے۔

ہوشیار پور کے قیام کے دنوں کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کیا مصروفیات تھیں اس سلسلے میں ذیل میں تین روایات پیش کی جارہی ہیں۔

حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوری کی روایت

حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۴ء میں ارادہ فرمایا تھا کہ قادیان سے باہر جا کر کہیں چلہ کشی فرمائیں گے اور ہندوستان کی سیر بھی کریں گے چنانچہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ سوجان پور ضلع گورداسپور میں جا کر خلوت میں رہیں۔ اور اس کے متعلق حضور نے ایک اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا پوسٹ کارڈ بھی مجھے روانہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی اس سفر اور ہندوستان کے سفر میں حضور ساتھ رکھیں۔ حضور نے منظور فرمایا۔ مگر پھر حضور کو سفر سوجان پور کے متعلق الہام ہوا کہ تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی چنانچہ آپ نے سوجان پور جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور ہوشیار پور جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب آپ ماہ جنوری ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور جانے لگے تو مجھے خط لکھ کر حضور نے قادیان بلا لیا اور شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو خط لکھا کہ میں دو ماہ کے واسطے ہوشیار پور آنا چاہتا ہوں کسی ایسے مکان کا انتظام کر دیں جو شہر کے ایک کنارہ پر ہو اور اس میں بالا خانہ بھی ہو۔ شیخ مہر علی نے اپنا ایک مکان جو ''طویلہ'' کے نام سے مشہور تھا خالی کروا لیا۔ حضور بہلی میں بیٹھ کر دریا بیاس کے راستہ تشریف لے گئے میں اور شیخ حامد علی اور فتح خان ساتھ تھے۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ فتح خان رسول پور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور کا رہنے والا تھا اور حضور کا بڑا معتقد تھا مگر بعد میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے اثر کے نیچے مرتد

ہو گیا۔ حضور جب دریا پر پہنچے تو چونکہ کشتی تک پہنچنے کے رستہ میں کچھ پانی تھا اس لئے ملاح نے حضور کو اُٹھا کر کشتی میں بٹھایا جس پر حضور نے اسے ایک روپیہ انعام دیا۔ دریا میں جب کشتی چل رہی تھی حضور نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میاں عبداللہ، کامل کی صحبت اس سفر دریا کی طرح ہے جس میں پار ہونے کی بھی امید ہے اور غرق ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ میں نے حضور کی یہ بات سرسری طور پر سنی مگر جب فتح خان مرتد ہوا تو مجھے حضرت کی بات یاد آئی۔ خیر ہم راستہ میں فتح خان کے گاؤں میں قیام کرتے ہوئے دوسرے دن ہوشیار پور پہنچے۔ وہاں جاتے ہی حضرت صاحب نے ''طویلہ'' کے بالا خانہ میں قیام فرمایا اور اس غرض سے کہ ہمارا آپس میں کوئی جھگڑا نہ ہو ہم تینوں کے الگ الگ کام مقرر فرما دیئے۔ چنانچہ میرے سپرد کھانا پکانے کا کام ہوا۔ فتح خان کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ بازار سے سودا وغیرہ لایا کرے شیخ حامد علی کا یہ کام مقرر ہوا کہ گھر کا بالائی کام اور آنے جانے والے کی مہمان نوازی کرے۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بذریعہ دستی اشتہارات اعلان کر دیا کہ چالیس دن تک مجھے کوئی صاحب ملنے نہ آویں اور نہ کوئی صاحب مجھے دعوت کے لئے بلائیں۔ ان چالیس دن کے گذرنے کے بعد میں یہاں بیس دن اور ٹھہروں گا۔ ان بیس دنوں میں ملنے والے ملیں دعوت کا ارادہ رکھنے والے دعوت کر سکتے ہیں اور سوال و جواب کرنے والے سوال و جواب کر لیں۔ اور حضرت صاحب نے ہم کو بھی حکم دیدیا کہ ڈیوڑھی کے اندر کی زنجیر ہر وقت لگی رہے اور گھر میں بھی کوئی شخص مجھے نہ بلائے۔ میں اگر کسی کو بلاؤں تو وہ اسی حد تک میری بات کا جواب دے جس حد تک کہ ضروری ہے اور نہ اوپر بالا خانہ میں کوئی میرے پاس آوے۔ میرا کھانا اوپر پہنچا دیا جاوے مگر اس کا انتظار نہ کیا جاوے کہ میں کھانا کھالوں۔ خالی برتن پھر دوسرے وقت لے جایا کریں نماز میں اوپر الگ پڑھا کروں گا تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ جمعہ کے لئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ کوئی ویران سی (بیت) تلاش کرو جو شہر کے ایک طرف ہو جہاں ہم علیحدگی میں نماز ادا کر سکیں۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک باغ تھا اس میں ایک چھوٹی سی ویران (بیت) تھی وہاں جمعہ کے دن حضور تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہم کو نماز پڑھاتے تھے اور خطبہ بھی خود پڑھتے تھے۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ میں کھانا چھوڑنے اوپر جایا کرتا تھا اور حضور سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ مگر کبھی حضور مجھ سے خود کوئی بات کرتے تھے تو جواب دے دیتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ میاں عبداللہ ان دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر ان کو لکھا جاوے تو کئی ورق ہو جاویں۔ چنانچہ میاں عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ پسر موعود کے متعلق الہامات بھی اسی چلہ میں ہو رہے تھے اور بعد چلہ کے ہوشیار پور سے ہی آپ نے اس پیشگوئی کا اعلان فرمایا تھا۔ (حضرت میاں بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں ملاحظہ ہو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

جب چالیس دن گذر گئے تو پھر آپ حسب اعلان بیس دن اور وہاں ٹھہرے۔ ان دنوں میں کئی لوگوں نے دعوتیں کیں اور کئی لوگ مذہبی تبادلہ خیالات کے لئے آئے اور باہر سے حضور کے پرانے ملنے والے لوگ بھی مہمان آئے۔ انہی دنوں میں مرلی دھر سے آپ کا مباحثہ ہوا۔ جو سرمہ چشم آریہ میں درج ہے۔ جب دو مہینے کی مدت پوری ہو گئی تو حضرت صاحب واپس اسی راستہ سے قادیان روانہ ہوئے۔

ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر ہے جہاں کچھ باغیچہ سا لگا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضور تھوڑی دیر کے لئے بہلی سے اُتر آئے اور فرمایا یہ عمدہ سایہ دار جگہ ہے یہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاتے ہیں۔ اس کے بعد حضور قبر کی طرف

تشریف لے گئے میں بھی پیچھے پیچھے ساتھ ہو گیا اور شیخ حامد علی اور فتح خان بہلی کے پاس رہے آپ مقبرہ پر پہنچ کر اس کا دروازہ کھول کر اندر گئے اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور تھوڑی دیر تک دعا فرماتے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا جب میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو جس بزرگ کی یہ قبر ہے وہ قبر سے نکل کر دوزانوں ہو کر میرے سامنے بیٹھ گئے اور اگر آپ ساتھ نہ ہوتے تو میں ان سے باتیں بھی کر لیتا۔ ان کی آنکھیں موٹی موٹی ہیں اور رنگ سانولا ہے، پھر کہا کہ دیکھو اگر یہاں کوئی مجاور ہے تو اس سے ان کے حالات پوچھیں۔ چنانچہ حضور نے مجاور سے دریافت کیا۔ اس نے کہا میں نے ان کو خود تو نہیں دیکھا کیونکہ ان کی وفات کو قریباً ایک سو سال گذر گیا ہے۔ ہاں اپنے باپ دادا سے سنا ہے کہ یہ اس علاقہ کے بڑے بزرگ تھے اور اس علاقہ میں ان کا بہت اثر تھا۔ حضور نے پوچھا ان کا حلیہ کیا تھا؟ وہ کہنے لگا کہ سنا ہے سانولا رنگ تھا اور موٹی موٹی آنکھیں تھیں۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہو کر قادیان پہنچ گئے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں میں نے میاں عبداللہ صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت صاحب اس خلوت کے زمانہ میں کیا کرتے تھے اور کس طرح عبادت کرتے تھے؟ میاں عبداللہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ ہم کو معلوم نہیں کیونکہ آپ اوپر بالا خانہ میں رہتے تھے اور ہم کو اوپر جانے کا حکم نہیں تھا۔ کھانے وغیرہ کے لئے جب ہم اوپر جاتے تھے تو اجازت لے کر جاتے تھے۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دن جب میں کھانا رکھنے اوپر گیا تو حضور نے فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ بورک من فیھا و من حولھا اور حضور نے تشریح فرمائی کہ من فیھا سے میں مراد ہوں اور من حولھا سے تم لوگ مراد ہو۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ میں تو سارا دن گھر میں رہتا تھا صرف جمعہ کے دن حضور کے ساتھ ہی باہر جاتا تھا اور شیخ حامد علی بھی اکثر گھر میں رہتا تھا لیکن فتح خان اکثر سارا دن ہی باہر رہتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اغلب ہے کہ اس الہام کے وقت بھی وہ باہر ہی ہو۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ فتح خان ان دنوں میں اتنا معتقد تھا کہ ہمارے ساتھ بات کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ حضرت صاحب کو تو میں نبی سمجھتا ہوں اور میں اس کی اس بات پر پرانے معروف عقیدہ کی بناء پر گھبراتا تھا۔ میاں عبداللہ صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک دفعہ میں کھانا چھوڑنے گیا تو حضور نے فرمایا۔ مجھے خدا اس طرح مخاطب کرتا ہے اور مجھ سے اس طرح باتیں کرتا ہے کہ اگر میں ان میں سے کچھ تھوڑا سا بھی ظاہر کروں تو یہ جتنے معتقد نظر آتے ہیں سب پھر جاویں۔

(سیرۃ المہدی از حضرت میاں بشیر احمد صاحب صفحہ ۵۵ تا ۵۸)

حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کا آپ کی تلاش میں ہوشیار پور آنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق اور چوٹی کے عالم دین، بخاری کے حافظ، حضرت برہان الدین جہلمی صاحب جو کہ اہل حدیث کے لیڈر تھے اور اہل حدیث کے بڑے بڑے علماء آپ کے شاگردوں میں سے تھے، تلاش حق کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس قادیان تشریف لے گئے۔ قادیان پہنچ کر انہیں علم ہوا کہ حضور تو ہوشیار پور تشریف لے گئے ہیں چنانچہ حضرت مولوی صاحب ہوشیار پور روانہ ہو گئے۔ ہوشیار پور میں جو واقعہ آپ کے ساتھ پیش آیا وہ ان کے بیٹے حضرت مولوی عبدالغنی صاحب کی زبانی سنیے۔ بیان کرتے ہیں کہ:-

والد صاحب (حضرت مولوی برہان الدین صاحب

جہلمی) دروازہ پر پہنچے۔ دستک دی۔ ملازم کے آنے پر درخواست ملاقات کی کہ برہان ملنا چاہتا ہے۔ ملازم جواب لایا حضور فرماتے ہیں فرصت نہیں ہے۔ دوبارہ عرض کی کہ میں دور سے آیا ہوں ضروری ملنا ہے پھر جواب آیا کہ کسی اور وقت آنا۔ سہ بارہ عرض کی کہ جا کر کہو۔ برہان وہابی جہلم سے ملاقات کے لئے آیا ہے۔ دروازے پر بیٹھا ہے ملے بغیر نہیں جائیگا۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ادھر میں پیغام دے رہا تھا۔ ادھر حضور کو الہام ہوا اکرم ضیفك (اپنے مہمان کی عزت افزائی کرو) حضور نے ملازم کو آواز دی کہ آپ کو جلدی بلالو۔ اندر لے آؤ۔ چنانچہ میں اندر چلا گیا۔ اور بغور حضور کے حالات کا مطالعہ کرنے لگا۔ حضور اس مکان کے چوبارہ میں اوپر والی منزل پر رہتے تھے اور چوبارہ کے ساتھ برآمدہ بھی تھا......

میں چونکہ چھان بین کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے گیا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ نوکر جب روٹی رکھ کر آتا ہے۔ تو حضور کے پاس ایک ٹوکری ہے اس میں روٹی رکھ کر بعض دفعہ باری کا دروازہ کھول کر گلی میں مانگنے والے کو لٹکا کر دیا کرتے۔ چونکہ حضور بالا خانہ میں رہتے اور میں نچلی منزل میں ہی رہتا اس لئے میں نے آپ کے دن بھر کے مشاغل سے واقف ہونے کے لئے کوشش کی کہ کسی طرح معلوم ہو کہ آپ دن بھر کرتے کیا ہیں؟ میں نے مکان کے ایک کونہ میں پتھر وغیرہ رکھ کر ایک اونچی جگہ بنائی جہاں سے بالا خانہ کے برآمدہ پر کچھ نظر پڑ سکتی تھی۔ یہاں میں کھڑے ہو کر دیکھا کرتا بعض دفعہ تو حضور اس برآمدہ میں خالی چلتے نظر آتے۔ سر پر ترکی یعنی رومی ٹوپی ہوتی۔ بعض دفعہ سر سے ننگے بھی ہوتے اور نہایت تیز چلتے۔ اور دنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔ حضور کے تیز تیز چلنے سے میں نے یہ قیافہ لگایا کہ اس شخص نے دور کی منزل جانا ہے۔ اور بعض دفعہ برآمدہ میں چلتے اور لکھتے نظر آتے۔ دوات دونوں کناروں کے طاقچوں پر۔ کاغذ ہاتھ پر اور قلم سے لکھتے جاتے ہیں اور چلتے بھی جاتے ہیں"۔

حضرت مولوی صاحب کا علمی بحث کرنا

"تبادلہ خیالات کے لئے اجازت حاصل ہونے کے بعد پہلے دن میں نے معمولی سوال و جواب کئے اور بعض احادیث پیش کیں۔ حدیثوں کے متعلق میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب قرآن شریف کی آیات پڑھ کر کسی حدیث کو صحیح قرار دیتے یا ضعیف۔ یہ انوکھا استدلال دیکھ کر میں حیران ہوا کہ کسی حدیث کو صحیح یا مرسل وغیرہ قرار دینا آسان کام نہیں بلکہ بہت مشکل کام ہے۔ محدثین کا طریق تو یہ ہے کہ راویوں کو دیکھا جائے۔ ان کے حالات معلوم کئے جائیں۔ یہ کیا جائے۔ وہ کیا جائے۔ مگر یہ عجیب استدلال ہے کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے لہذا ضعیف ہے۔ یہ حدیث قرآن کی تصدیق کرتی ہے یہ صحیح ہے۔ خیر پہلے دن میں کچھ شرمندہ ہو کر واپس چلا آیا اور آپ کے علم قرآن کی کچھ قدر میرے دل میں بیٹھی۔

دوسرے دن خاص تیاری کر کے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سوال و جواب شروع ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب نے میرے اردگرد قرآن کریم کا قلعہ لگا دیا یعنی چاروں طرف قرآن کریم کی دیوار لگا دی۔ میں حضور کی قرآن دانی سن کر اور طرزِ بیان سادہ جس میں قطعاً تصنع اور بناوٹ کا شائبہ نہیں تھا' دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گیا۔ میں نے باوجود یہ کہ تفسیر قرآن کریم کے متعلق وسیع معلومات رکھتے

ہوئے اور کئی تفاسیر نظر سے گذارتے ہوئے۔ حضرت صاحب سے قرآن کریم کی بعض آیات کے حقائق اور معارف سنے تو دل عش عش کر اُٹھا۔ کیونکہ تفاسیر میں اس کا عشر عشیر تو درکنار مفسرین تو اس کوچہ سے بالکل بیگانہ دیکھے۔ اس وقت میرے دل نے فیصلہ کیا کہ برہان جس کی تلاش میں تم حیران و سرگرداں مارے مارے پھر رہے تھے وہ گوہر مراد یہی ہے۔ جب رات کو لوٹ کر پھر نفس نے سر اٹھایا اور جوش دلایا کہ کل کا دن تو دیکھو۔ چنانچہ تیسری دفعہ پھر جب سوال و جواب شروع ہوئے اور میرے ترکش میں جس قدر تیر اصول معانی، منطق، فلسفہ صرف ونحو کے تھے استعمال کرنے شروع کئے تو حضرت صاحب نے نہایت محبت اور پیار اور سادگی سے فرمایا کہ مولوی صاحب تحقیق حق اور چیز ہے اور ہار جیت کا خیال اور چیز ہے۔ بس حضور کا یہ فرمانا تھا کہ پھر میرے نفس نے مجھے نہایت ملامت کی۔ اور میں نے اسی وقت حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میری بیعت لیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے ابھی بیعت لینے کا حکم نہیں"۔ (ماہانہ انصار اللہ ربوہ اگست ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۰ تا ۱۳)

حضرت مولوی صاحب کے ایک شاگرد مکرم مولوی مہر الدین صاحب کی روایت

حضرت مولوی برہان الدین صاحب نے بتایا کہ براہین احمدیہ پڑھنے کے بعد ان کو خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص آئندہ کچھ بننے والا ہے۔ اس لئے اسے دیکھنا چاہئے .... حضرت مولوی صاحب نے ہوشیار پور کا رخ کیا اور بڑی کوشش کے بعد آپ کی رہائش گاہ کا پتہ لگایا۔ دروازہ پر جا کر دستک دی اور خادم کے ذریعہ اپنے نام اور مقصد سے متعلق اطلاع اندر بھجوائی۔ جب خادم اندر گیا تو اسی وقت حضرت مولوی صاحب کو فارسی میں الہام ہوا کہ جہاں آپ نے پہنچنا تھا پہنچ گئے ہیں۔ اب یہاں سے مت ہٹیں .... اسی وقت حضور علیہ السلام کو عربی میں الہام ہوا جس کا مطلب یہ تھا کہ مہمان آئے تو اس کی مہمان نوازی کرنی چاہئے۔ جس پر حضور نے خادم کو جلدی سے دروازہ کھول کر مہمان کو اندر لے آنے کا حکم دیا۔ جب حضرت مولوی صاحب اندر ملاقات کے لئے گئے تو حضور علیہ السلام بہت خندہ پیشانی سے ملے اور فرمایا مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مجھے بھی الہام ہوا تھا کہ یہاں سے مت ہٹیں۔ جہاں پہنچنا تھا آپ پہنچ گئے ہیں"۔

(رجسٹر روایات نمبر ۳ صفحہ ۲۲۰ روایات حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اعلان ولادت

مکرم مشہود احمد ذیشان صاحب نائب معتمد و معاون صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ 2 دسمبر 2004ء کو بیٹی سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت "سدرۃ ذیشان" نام عطا فرمایا ہے۔

نومولودہ وقف نو کی مبارک تحریک میں شامل ہے اور مکرم شیخ برکت علی صاحب کی پوتی اور مکرم قریشی عبدالرشید صاحب کی نواسی ہے۔ حضرت مولوی محمد حسین صاحب (سبز پگڑی والے) رفیق حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں سے ہے۔ نومولودہ کے نیک، خادمہ دین اور باعمر ہونے کے لئے احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

تو نے کی مشعلِ احساس فروزاں پیارے — دِل بُھلا کیسے بُھلا دے تیرا احساں پیارے
رُوح پژمردہ کو ایماں کی جلائیں بخشیں — اور انوار سے دھو ڈالے دل و جاں پیارے
وَلولوں نے تیرے ڈالی مہ انجم پہ کمند — تو نے کی سطوتِ (دینِ حق) درخشاں پیارے

اب وہی دین محمدؐ کی قسم کھاتے ہیں
تھے جو مشہور کبھی دشمنِ ایماں پیارے

پہلے بخشا مرے بہکے ہوئے نغموں کو گداز — پھر مری رُوح پہ کی درد کی افشاں پیارے
مجھ کو بھولے گی کہاں وہ تری بھرپور نگاہ — جگمگا اُٹھتا تھا جب فکر کا ایواں پیارے
اب نگاہیں تجھے ڈھونڈیں بھی تو کس جا پائیں — جانے کب پائے سکوں پھر دل ویراں پیارے
کون افلاک پہ لے جائے یہ رودادِ اَلَم — تیرا متوالا ابھی تک ہے پریشاں پیارے

روح پھرتی ہے بھٹکتی ہوئی ویرانوں میں
دل ہے نیرنگیٔ افلاک پہ حیراں پیارے

شکرِ ایزد تیری آغوش کا پالا آیا — اپنے دامن میں لئے دولتِ عرفاں پیارے
فکر میں جس کی سرایت تری تخیل کی ضَو — گفتگو میں بھی وہی حسن نمایاں پیارے
جس کی ہر ایک ادا نافلۃً لک کی دلیل — جس کی ہر نوا درد کا عنواں پیارے

تیری اس شمع کا پروانہ صفت ہوگا طواف
تیرے ثاقبؔ کا ہے اب تجھ سے یہ پیماں پیارے

(محترم ثاقب زیروی صاحب)

❀❀❀

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کی گواہیاں

(مکرم میر محمود احمد صاحب ناصر)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی قرآنی وحی نازل ہوئی اور ایک بہت بڑی ذمہ داری آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں ایک خوف پیدا ہوا کہ کیا اتنی عظیم ذمہ داری کو میں احسن طریق سے ادا کرسکوں گا یا نہیں۔ اس فکر اور دباؤ میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر پہنچے اور سارا واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو جواب دیا وہ سنہری حروف سے لکھنے والا ہے۔ انہوں نے کہا۔

كَلَّا وَاللّٰهِ......مَايُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا......

اس ضمن میں میں جب درس کی تیاری کر رہا تھا تو مجھے خیال آیا کہ ایک دفعہ میں اپنے ایک بیٹے کے کمرے میں گیا تو وہاں انگریزی کی ایک عبارت لکھی ہوئی تھی۔ وہ عبارت تو مجھے یاد نہیں رہی مگر اس کا مفہوم یہ تھا کہ بعض لوگ بعض لوگوں کے سامنے ایک قسم کا انداز اختیار کرتے ہیں۔ اور دوسرے قسم کے لوگوں کے سامنے ان کا انداز، ان کا پوز بالکل مختلف ہوتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا وہاں ہمارے کچھ عزیز، کچھ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑے صائب الرائے مرد بھی تھے خواتین بھی تھیں۔ اور وہ گفتگو کر رہے تھے ہمارے ایک دوست کے متعلق۔ مرد سارے کے سارے اس کے حق میں بول رہے تھے، بہت ہی اچھا آدمی ہے، دوست نواز ہے، دوستوں سے اچھا سلوک کرتا ہے اور خواتین بلا استثناء اس کے خلاف بول رہی تھیں۔ تو احساس یہ ہوا کہ مردوں نے اسے دیکھا ہے اپنی دوستی کے پہلو میں اور خواتین نے اس کا جو بیوی سے سلوک ہے اس کو دیکھا ہے۔

اس ضمن میں جب میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور اخلاق فاضلہ پر غور کرنا شروع کیا۔ تو یہ بات سامنے آئی کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص بھی نہیں کہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق گواہی دے سکے اور اس کی گواہی منفی ہو۔

ان چوہدری صاحب کے حق میں مرد تھے اور عورتیں نہیں تھیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کا بھی واسطہ پڑا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے بھی دیکھا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے قریب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا اور کیسی عظیم الشان گواہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور فرمایا۔ بیگم **خشیت علی نفسی** مجھے تو جان کا ڈر ہے اتنی بڑی ذمہ داری۔ ساری دنیا میں آخری کامل ترین شریعت کو پہنچانا اور اس پر عمل کر کے دکھانا اور اس کا پیغام ساری دنیا میں پھیلانا۔ اتنی مخالفتوں کے باوجود کیسے ہوگا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کلا ہرگز ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے وجود کو بے یارومددگار چھوڑ دے اور رسوا کردے۔

اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ **و تحمل الکل** تھکے ماندے اور

رہ جانے والوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ان کو سہارا دیتے ہیں۔ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ۔ وہ نیکیاں جو دنیا سے مٹ چکی ہیں، معدوم ہو چکی ہیں، سطح زمین سے غائب ہو چکی ہیں وہ آپ کماتے ہیں وَتَقْرِی الضَّيْفَ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔ آسمانی گردشوں سے جو مصائب انسانوں پر وارد ہوتے ہیں۔ ان کا مداوا کرتے ہیں۔ کس طرح آپ کو اللہ ضائع کر دے گا۔ اب یہ ایک بیوی کی گواہی ہے۔ ہم میں سے جو موجود ہیں اور شادی شدہ ہیں کتنوں کی بیویاں ہمارے حق میں گواہی دے سکتی ہیں۔

ایک گواہی ہوتی ہے گھر کے بڑوں کی۔ یہ جو پرانی نسل ہے وہ نئی نسل کو ہمیشہ سے کوستی آئی ہے۔ Generation Gap شروع سے چلا آتا ہے۔ یہ نئی نسل، یہ کرتی ہے، یہ کرتی ہے۔ یہ روز کے عام سننے کو ملنے والے جملے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے بڑے بزرگ تھے ابوطالب، حضرت ابوطالب اپنے اشعار میں کہتے ہیں کہ:

''کیا روشن اور چمکدار چہرہ ہے۔ آپ کے چہرے کا واسطہ دے کر بارش طلب کی جاتی ہے۔ اور یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی حفاظت کا ذریعہ ہے''۔

جہاں بڑی نسل چھوٹی نسل کو کوستی رہتی ہے وہاں چھوٹی نسل بھی کم نہیں کرتی ہے۔ یہ ہمارے بزرگ !!!! ایسے ہی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو چھوٹی نسل سے تعلق رکھتے تھے گواہی دیتے ہیں کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ سب سے زیادہ سخی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سب سے سچا، آپ کی طبیعت سب سے زیادہ نرم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان سے تعلق سب سے زیادہ مضبوط جو آپ کو اچانک دیکھتا۔ مرعوب ہو جاتا تھا اور جو آپ سے معرفت رکھتا تھا وہ آپ کا محبوب ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدح خواں یہی کہہ سکتا ہے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دیکھا ہے۔

ہم جیسے کتنے ہیں جو اپنے نوکروں سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ اچھے اخلاق والے لوگ بھی اس میدان میں شکست کھا جاتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ سختی تلخی ہو ہی جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گواہی دیتے ہیں کہ:

''میں نے دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے مجھے کبھی اُف تک بھی نہ کہا، کوئی کام بھی میں نے نہیں کیا کبھی نہیں فرمایا کہ یہ تو نے کیوں نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت اخلاق والے تھے۔ میں نے کبھی ریشم اور ریشم سے ملا کر بُنا ہوا کپڑا۔ نہ ہی کوئی خالص ریشم کا کپڑا اور نہ ہی کوئی اور چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم چھوئی۔ اور نہ کوئی مشک اور عطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار سونگھا ہے۔

یہ گواہیاں تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ سب دوست ہیں سب ماننے والے ہیں۔ سب کم از کم عقیدت رکھنے والے ہیں۔ کئی لوگ کہتے ہیں حضرت ابوطالب مسلمان نہیں تھے اگر نہیں تھے تب بھی عقیدت تو رکھتے تھے۔ دشمن کی گواہی شائد سب سے زیادہ مضبوط ہے۔

مشورہ یہ ہو رہا تھا کہ قریش میں کہ کیا پروپیگنڈے کی تکنیک استعمال کی جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف۔ آپ سب جانتے ہیں کہ پروپیگنڈے کی تکنیک بعض دفعہ ہتھیاروں کی تکنیک سے بھی زیادہ مؤثر ہوا کرتی ہے۔ سردار جمع ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ کرو کوئی کہتا ہے کہ یہ کرو۔ سب سردار بول چکے ہیں تو نضر بن حارث دشمن سردار کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے۔

اے گروہ قریش ایک ایسا معاملہ تمہارے پلے پڑا ہے جس کے مقابلہ کے لئے تم کوئی بھی تدبیر نہیں لا سکے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں ایک نوجوان لڑکے تھے اور تمہیں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ سب سے زیادہ سچ بولنے والے تھے تم میں سب سے زیادہ امانت دار تھے۔ اب تم نے ان کی کنپٹیوں میں عمر کے آثار دیکھے اور جو پیغام وہ لے کر آئے۔ وہ آئے۔ تم نے کہا وہ جادوگر ہے۔ ان میں جادو کی کوئی بات نہیں ہے ہم نے بھی جادوگر دیکھے ہوئے ہیں۔ تم نے کہا وہ کاہن ہیں۔ ہم نے بھی کاہن دیکھے ہوئے ہیں وہ ہرگز کاہن نہیں ہیں۔ تم نے کہا وہ شاعر ہے۔ ہم شعر کی سب اقسام جانتے ہیں۔ وہ شاعر نہیں ہے۔ تم نے کہا وہ مجنون ہیں ان میں مجنون کی کوئی علامت نہیں ہے۔ اے گروہ قریش مزید غور کر لو کہ تمہارا واسطہ ایک بڑے معاملے سے ہے۔

نوجوان آئے۔ تربیتی کلاس تھی۔ شَبِبَۃُ الْمُتَقَادِبُوْن۔ ہم عمر نوجوان تھے۔ یہاں بھی اکثر تربیتی کلاس ہوتی رہتی ہے جب واپس جاتے ہیں تو کچھ نوجوان منتظم کے خلاف باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور کچھ تعریفیں کر رہے ہوتے ہیں۔ ان نوجوانوں نے بیس دن کی تربیتی کلاس کے بعد جو تاثر دیا وہ یہ تھا۔

کَانَ رَحِیْماً رَفِیْقاً۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے رحم کرنے والے ہیں۔ کسی رحم کرنے والے بڑے کی طرح نہیں۔ جس طرح وہ رحم کیا کرتے ہیں۔ رفیقاً دوست کی طرح سلوک کرتے تھے۔

بڑوں نے بھی گواہی دی۔ بیوی نے بھی گواہی دی۔ چھوٹوں نے بھی گواہی دی۔ دشمن نے بھی گواہی دی ایک ہم عمر کی بھی گواہی سن لیں۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گواہی دیتے ہیں۔

ہم میں اللہ کا ایک رسول ہے جب صبح کی خوبصورت پو پھوٹ رہی ہوتی ہے۔ تو اس کی خوبصورت آواز کتاب اللہ کی شکل میں گونجتی ہے۔ (مسجد نبوی میں گونجتی تھی)۔ ہمارے دلوں کی نابینائی کے بعد اس نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اس نے جو خبر دی وہ ہو کر رہنے والی ہے۔

یہ تو زمانے کے لوگ تھے ہزار سال پہلے یسعیاہ نبی نے کہا۔ خدا کے حکم سے اور خدا کے کلام کے مطابق فرمایا:-

دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر ڈالی وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا۔ وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا۔ اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔ وہ مسلے ہوئے اور کنڈے کو نہ توڑے گا۔ وہ ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا۔ راستی سے عدالت کرے گا اور ہمت نہ ہارے گا۔ جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم کر دے گا۔

ایک اور گواہی بھی ہے بہت مشکل گواہی ہے۔ اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی گواہی ہے اپنے بارے میں اور بہت ہی

لطیف گواہی ہے۔ کیونکہ اپنے بارے میں گواہی عُجب سے بھی ہو سکتی ہے، کبر سے بھی ہو سکتی ہے، فخر و مباہات سے بھی ہو سکتی ہے، مگر اس گواہی میں لا فخر۔ کوئی کبر نہیں۔ کوئی عجب نہیں۔ کوئی فخر و مباہات نہیں۔ فرماتے ہیں:۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ یعنی اپنے عمل سے اور اپنی تعلیم سے کمال تک پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ. بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ صَالِحَ الْاَخْلَاقِ وغیرہ آیا ہے۔ یہ سب ایک مضمون کے مختلف پہلو ہیں۔ فرمایا:۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِي

بغیر عُجب کے۔ بغیر فخر و مباہات کے۔ کون ہے ہم میں سے جو اپنے اخلاق کے بارے میں گواہی دے سکتا ہے۔ اور خالق کائنات کی گواہی

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

اللہ خود گواہی دیتا ہے کہ تو خلق عظیم پر قائم ہے۔ اور ہمارے اس دور میں ہمارے پیارے مہدی نے اس طرح گواہی دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

آں ترحم ہا، کہ خلق از وے بدید　　　　کس ندیدہ، در جہاں، از مادرے

(درثمین فارسی صفحہ ۶)

وہ رحم جو مخلوق نے آپ سے دیکھا وہ دنیا میں کسی نے اپنی ماں سے بھی دنیا میں نہ دیکھا۔ مگر یہ تو دوسروں کے لئے تجربہ تھا خود اپنے ذاتی تجربے کے متعلق فرماتے ہیں۔ اسی طرح فرمایا:۔

یاد کن وقتیکہ، در کشفم نمودی شکلِ خویش　　　　یاد کن ہم وقتِ دیگر، کآمدی مشتاق وار

یاد کن آں لطف و رحمتہا، کہ بامن داشتی　　　　وآں بشارت ہا کہ میدادی مرا از کردگار

یاد کن وقتے، چو بُنمُدی بہ بیداری مرا　　　　آں جمالے، آں رخے، آں صورتے رشکِ بہار

(درثمین فارسی صفحہ ۱۳۱)

یا رسول اللہ! اس وقت کو یاد کریں جب کشف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شکل مجھے دکھائی تھی۔ اس وقت کو بھی یاد کریں ایک اور موقعہ پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے عاشقانہ انداز میں بڑے محبت کے انداز سے تشریف لائے۔ یاد کریں اس لطف و رحمت کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر کیں اور ان بشارتوں کو جو خدا کی طرف سے آپ نے مجھے دیں۔ ایک وہ وقت بھی یاد کریں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص بیداری میں جاگتے ہوئے مجھے اپنا جمال، اپنی صورت اپنا چہرہ اے رشک بہار دکھائی۔

(مکرم طارق حیات صاحب نے اس درس کو ٹرانسکرائب کیا)

مصلح موعود والی پیشگوئی مسیح موعود والی پیشگوئی کی فرع ہے

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا ایک پیغام جو مجلس علمی جامعہ احمدیہ کے لئے لکھا گیا اور ۲۰ رفروری ۱۹۵۹ء کو یوم مصلح موعود کے موقعہ پر مجلس علمی کے اجلاس میں پڑھ کر سنایا گیا۔

آج ربوہ میں بلکہ جہاں بھی جماعت احمدیہ قائم ہے۔یوم مصلح موعود منایا جا رہا ہے۔اور مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں بھی اس موقعہ پر ربوہ کے جلسہ کے لئے کوئی مختصر سا پیغام دوں۔سومیرا پیغام یہی ہے۔کہ ہمارے دوست مصلح موعود والی پیشگوئی کی اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔یہ حقیقت جیسا کہ اکثر لوگوں کو غلطی لگتی ہے۔یہ نہیں ہے کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں میں سے ایک اہم پیشگوئی ہے۔اور بس۔بلکہ مصلح موعود والی پیشگوئی کی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ پیشگوئی اس عظیم الشان پیشگوئی کی فرع ہے۔جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود نے نزول کے متعلق فرمائی ہے۔اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ آخری زمانہ میں (دین حق) کی تجدید اور (مومنوں) کے احیاء ثانی کے لئے مثیل مسیح نازل ہوگا۔اور اس کے ذریعہ خدا (دین حق) کو پھر دوبارہ غالب کرے گا۔اور یہ غلبہ دائمی ہوگا۔وہاں آپ نے اس پیشگوئی کے اندر شامل کر کے اور گویا اس کا حصہ بنا کر یہ الفاظ بھی فرمائے کہ:-

یتزوج ویولدله

''یعنی مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے اولاد پیدا ہوگی''

پس آپ کا مسیح کے نزول والی پیشگوئی کے اندر شامل کر کے اور اس کا حصہ بنا کر ان الفاظ کا فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مصلح موعود والی پیشگوئی مسیح موعود والی پیشگوئی کی فرع ہے نہ کہ ایک جداگانہ منفرد پیشگوئی۔اور اس سے مراد یہ تھی کہ جب مسیح موعود آئے گا تو اس کے ہاتھ سے (دین حق) کے دوسرے احیاء کا بیج بویا جائے گا اور جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔یہ بیج اس کے زمانہ میں ایک خوبصورت کونپل کی شکل میں پھوٹے گا۔اور اپنی نرم نرم جمالی پتیاں نکالے گا جو مسیح موعود کے ساتھ کام کرنے والے زراع یعنی کسانوں کے دلوں کو لبھائیں گی۔مگر دشمن اس کے اٹھتے ہوئے جوبن کو دیکھ دیکھ کر دانت پیسیں گے۔مگر اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے اور پھر مسیح موعود کے بعد (یعنی دور او چوں شود تمام بکام) اس کونپل کو ایک تناور درخت کی صورت میں ترقی دینے اور پروان چڑھانے کے لئے مصلح موعود ظاہر ہوکر جلال الٰہی کے ظہور کا موجب بنے گا۔اور اس کے وقت میں اس درخت کی شاخیں تمام دنیا میں پھیل جائیں گی اور قومیں اس سے برکت پائیں گی مگر مصلح موعود کہ یہ جلالی شان مسیح موعود کی جمالی شان کی فرع ہوگی نہ کہ خدائی جلال کا کوئی

مستقل اور جداگانہ جلوہ۔ کیونکہ (دین حق) کا یہ دور اپنی اصل کے لحاظ سے صفت احمدیت کا دور ہے۔ جو ایک جمالی صفت ہے۔

پس ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ مصلح موعود والی پیشگوئی پر غور کرتے ہوئے اس کی اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ مصلح موعود کا ظہور مسیح موعود کی بعثت کا تتمہ ہے۔ اور اس کے کام کی تکمیل کے لئے مقدر ہے۔ اس کے زمانہ میں اس کونپل نے ایک درخت بننا ہے۔ جس کا بیج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے بویا گیا۔ اور پھر اس درخت نے دنیا میں پھیلنا اور پھولنا اور پھلنا ہے۔ اندریں حالات ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس درخت کی آبپاشی اور ترقی میں انتہائی کوشش اور انتہائی قربانی سے کام لیں تا کہ (دین حق) کے عالمگیر غلبہ کا دن قریب سے قریب تر آجائے۔ اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام چار اکناف عالم میں گونجے۔ اور ہمارے سردار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ (مومنوں) کا قدم پھر ایک اونچے مینار پر قائم ہوجائے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ خدا کا وعدہ ہے کہ:

”بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد“

خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے کہ جب محمد رسول اللہ صلعم کی مقدس روح خدا کے حضور یہ مژدہ پیش کر سکے کہ تیرے ایک بندے اور میرے ایک نائب کے ذریعہ (دین حق) کا جھنڈا دنیا میں سب سے اونچا لہرا رہا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

(ماہنامہ خالد مارچ ۱۹۵۹ء)

○○○○○○

یاد

کبھی کبھی کوئی یاد
کوئی بہت پرانی یاد
دل کے دروازے پر
ایسے دستک دیتی ہے
شام کو جیسے تارا نکلے
صبح کو جیسے پھول
جیسے دھیرے دھیرے زمیں پر
روشنیوں کا نزول
جیسے روح کی پیاس بجھائے
اُترے کوئی رسول
جیسے روتے روتے اچانک
ہنس دے کوئی ملول
کبھی کبھی کوئی یاد، کوئی بہت پرانی یاد
دل کے دروازے پر ایسے دستک دیتی ہے

(عبیداللہ علیم)

***
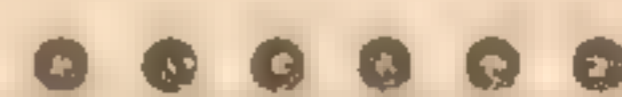
ارشادات
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ولاتجسسوا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:-

''(دین حق) نے ہمیں (......کو) آپس میں گھل مل کر رہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ معاشرے میں اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف توجہ دلائی کہ اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کرو، آپس میں محبت اور پیار سے رہو، ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو اور انسان سے کیونکہ غلطیاں اور کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں، اس لئے اپنے ساتھیوں، اپنے بھائیوں، اپنے ہمسایوں یا اپنے ماحول کے لوگوں کے لئے ان کی غلطیاں تلاش کرنے کے لئے ہر وقت ٹوہ میں نہ لگے رہو، تجسس میں نہ لگے رہو کہ کسی طرح میں کسی کی غلطی پکڑوں اور پھر اس کو لے کر آگے چلوں۔ یہ بڑی لغو اور بیہودہ حرکت ہے۔ یہ غلطیاں پکڑنے والے یا پکڑنے کا شوق رکھنے والے لوگ عموماً یا تو کوئی غلطی پکڑ کر جس کی غلطی پکڑی ہو اس کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس سے کوئی کام لینے کی کوشش کرتے ہیں، کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں انفرادی طور سے لے کر ملکوں کی سطح تک یہ حرکتیں کی جاتی ہیں۔ اس کے لئے بڑے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح بعض لوگوں کو ان کے اپنے ملکوں کے خلاف بھی استعمال کر لیا جاتا ہے، جب ملکی سطح پر یہ کام ہو رہے ہیں۔

پھر انفرادی طور پر برادریوں میں بعض لوگوں کو ایک دوسرے کی کمزوریاں تلاش کرنے کی عادت ہوتی ہے تا کہ ان کی بدنامی کی جائے۔ بعض ظالم تو اس طرح بعضوں کی کمزوریاں تلاش کر کے یا نہ بھی کمزوری ہو تو باتیں پھیلا کر بچیوں کے رشتے تڑوانے سے بھی دریغ نہیں کرتے، اس سے بھی باز نہیں آتے۔ دوسرے فریق کو جا کر بعض دفعہ جہاں رشتے کی بات چل رہی ہو، اس طرح غلط بات کہہ دیتے ہیں کہ اگلا پھر فکر میں پڑ جاتا ہے کہ میں رشتہ کروں بھی کہ نہ۔ مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح لڑکی والوں کو تکلیف میں ڈالا جائے۔ بعض لوگ صرف عادتاً زبان کا مزہ لینے کے لئے ہنسی ٹھٹھے کے رنگ میں کسی کی کمزوری کو لے کر اچھالتے ہیں۔ اور آج کل کے معاشرے میں یہ تکلیف دہ صورتحال کچھ زیادہ ابھرتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ شاید اس لئے کہ آپس کے رابطے آسان ہو گئے ہیں۔ تو بہرحال کوئی خاص فائدہ اٹھانے کے لئے یا کسی کو بدنام کرنے کے لئے یا زبان کا مزہ لینے کے لئے دوسروں کی کمزوریوں اور غلطیوں کو اچھالا جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ ایسا موقع پیدا کیا جاتا ہے کہ کوئی غلطی کسی سے کروائی جائے اور پھر اس کو پکڑ کر فائدہ اٹھایا جائے۔ تو ان حالات میں جیسا کہ میں نے کہا صرف (دین حق) اپنے ماننے والوں سے یہ کہتا ہے کہ ان بیہودگیوں اور ان لغویات سے بچو، اور اس زمانے میں، آج کل حقیقی (دین حق) کا نمونہ دکھانے والا اگر کوئی ہے یا ہونا چاہیے تو وہ احمدی ہے۔ اس لئے ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ کسی کے عیب اور غلطیاں تلاش کرنا تو دور کی بات ہے اگر کسی کی

غلطی غیر ارادی طور پر بھی علم میں آ جائے تو اس کی ستاری کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ہر ایک کی ایک عزت نفس ہوتی ہے۔ اس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ دوسرے اگر کوئی برائی ہے، حقیقت میں کوئی ہے تو اس کے اظہار سے ایک تو اس کے لئے بدنامی کا باعث بن رہے ہوں گے دوسرے دوسروں کو بھی اس برائی کا احساس مٹ جاتا ہے، جب آہستہ آہستہ برائیوں کا ذکر ہونا شروع ہو جائے۔ اور آہستہ آہستہ معاشرے کے اور لوگ بھی اس برائی میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ **اس لئے ہمیں واضح حکم ہے کہ جو باتیں معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہوں یا بگاڑ پیدا کرنے کا باعث ہو سکتی ہوں، ان کی تشہیر نہیں کرنی، ان کو پھیلانا نہیں ہے۔ دعا کرو اور ان برائیوں سے ایک طرف ہو جاؤ۔** اور اگر کسی سے ہمدردی ہے تو دعا اور ذاتی طور پر سمجھا کر اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہی سب سے بڑا علاج ہے۔ سوائے اس کے کہ ایسی صورت ہو کہ جس میں جماعتی خبر ہو یا جماعت کے خلاف کوئی بات سنیں، جماعتی نقصان کا احتمال ہو اور کوئی ایسی بات پتہ لگے جیسا کہ میں نے کہا، جس سے جماعتی نقصان ہونے کا خدشہ ہو تو پھر متعلقہ عہدیداروں کو، یا مجھ تک یہ بات پہنچائی جا سکتی ہے۔ ادھر ادھر باتیں کرنے کا پھر بھی حق نہیں اور کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے برائی پھیلتی ہے۔ اگر مثلاً اس غلطی کرنے والے شخص کی اصلاح کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی یا جھوٹ بول کر غلط بیانی کر کے وقتی طور پر اس نے اپنی جان بچالی تو دوسرے بھی جن کی طبیعت میں کمزوری ہے وہ بھی بعض دفعہ ایسی باتیں کر جائیں گے، اپنی کمزوریاں ظاہر کرنے لگ جائیں گے۔ کیونکہ ان کے ذہنوں میں بھی یہ ہوتا ہے کہ فلاں شخص کی غلطی پکڑ کر اس عہدیدار نے یا اس شخص نے کیا کر لیا جو ہمارے خلاف ہو جائے گا۔ اس شخص کا کیا بگڑ گیا ہے۔ زبان کا مزہ لینے کے لئے بعض باتیں کر لو بعد میں دیکھی جائے گی۔ اس قسم کی باتیں برائیاں پھیلاتی ہیں، حجاب اٹھ جاتے ہیں۔

تو بہر حال یہ تو ایسے لوگوں کی سوچ کا قصور ہے، تقویٰ کی کمی ہے لیکن جس شخص کو نظام کے خلاف کوئی بات پتہ چلے، اس کا بہر حال یہ فرض بنتا ہے کہ ایسی بات صرف نظام جماعت کو ہی بتائے اور ادھر ادھر نہ کرے۔ کیونکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ سننے والے کو کوئی غلطی لگ جاتی ہے۔ بعض دفعہ بات کرنے والا باوجود جماعتی اخلاص کے وقتی جوش میں کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے جس پر بعد میں اسے بھی شرمندگی ہوتی ہے اور ایک دفعہ بات سن کے آگے پھیلا دینا مزید شرمندگی کا باعث بنتا ہے۔ بعض دفعہ صحیح الفاظ کسی نے ادا نہیں کئے ہوتے تو اس وجہ سے اس بات کی بہت زیادہ بھیانک شکل نظر آنے لگ جاتی ہے۔ تو بہر حال کوئی بھی ایسی کمزوری ہو یا تو اس کو علیحدگی میں سمجھا دیا جائے یا جماعتی عہدیدار کو بتا دیا جائے کہ اس طرح کی بات میں نے سنی ہے آپ تحقیق کر لیں۔ لیکن کسی کی، کسی قسم کی بات کو کبھی بھی پھیلانا نہیں چاہیے جس سے کسی کی عزت پر حرف آتا ہو۔ ہو سکتا ہے کسی وقت یہی غلطی آپ سے بھی ہو جائے اور پھر اس طرح چرچا ہونے لگے، بدنامی ہو تو کتنی تکلیف پہنچتی ہے۔ ہر ایک کو اس سوچ کے ساتھ اگلے کی بات کرنی چاہیے"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ نومبر ۲۰۰۴ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۳ تا ۹ دسمبر ۲۰۰۴ء)

اصلاح کے لئے حکمت شرط ہے

"اس میں ان لوگوں کے لئے جو تجسس کر کے دوسروں کے عیب تلاش کرتے ہیں یا ان کے عیبوں اور کمزوریوں کو پھیلاتے

ہیں سمجھایا گیا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ اس طرح تم شاید کوئی اصلاحی کام کر رہے ہو بلکہ بگاڑ پیدا کر رہے ہو۔ دنیا میں مختلف قسم کی طبیعتیں ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ اپنے خلاف بات سن کر ردعمل کے طور پر بھی، ایسے لوگ جن کی برائیوں کا اظہار باہر ہو جائے اور زیادہ ڈھیٹ ہو کر وہ برائی کرنا شروع کر دیتے ہیں، کہ اب تو پتہ لگ ہی گیا ہے۔ جو ایک حجاب تھا وہ تو ختم ہو گیا۔ تو اس سے اصلاح کا پہلو بالکل ہی ختم ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرے اگر کسی کا یہ عیب اور کمزوری اس میں بعض عہدیداروں کو بھی محتاط رہنا چاہیے، بعض دفعہ بات کر جاتے ہیں۔ کسی عہدیدار یا اس کے کسی قریبی کی طرف سے یا اس کے حوالے سے کسی کی بات باہر نکلے تو نظام کے خلاف بھی ردعمل ظاہر ہو جاتا ہے۔ فرمایا پھر اس کی ذمہ داری پردہ دری کرنے والا ہے۔ وہ شخص ہے جس نے یہ باتیں باہر نکالیں''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ نومبر ۲۰۰۴ء ۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۳ تا ۹ دسمبر ۲۰۰۴ء)

میڈیا کا غلط کردار

''ایک برائی کو ظاہر کرنے سے اس کی اہمیت نہیں رہتی اور آہستہ آہستہ اگر وہ مستقلاً برائیاں ظاہر ہونی شروع ہو جائیں تو معاشرے میں پھر برائیوں کی اہمیت نہیں رہتی اور یہ تجربے سے ثابت ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ حجاب ختم ہو جائے تو پھر برائی کا احساس ہی باقی نہیں رہتا۔ مثلاً یہی دیکھ لیں کہ آج کل جو فلمیں اور ڈرامے ٹی وی پر دکھائے جاتے ہیں۔ اور جب سے ایسے ڈرامے آنے لگے ہیں جس میں قتل و غارت ہو، اغوا ہو، نشہ اور ڈرگز کی باتیں ہو رہی ہوں اس وقت سے یہ برائیاں زیادہ پھیل گئی ہیں۔ اور ٹی وی وغیرہ نے، میڈیا نے اس کو پھیلانے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اپنی طرف سے اصلاحی ڈرامے بناتے ہیں کہ آخر میں نتیجہ نکالیں گے کہ دیکھو مجرم پکڑے گئے لیکن اس میں پتہ نہیں آخر میں اصلاح کی کسی کو سمجھ آتی ہے کہ نہیں لیکن برائی ضرور پھیل جاتی ہے۔ بچوں کے خیالات ٹی وی ڈرامے دیکھ دیکھ کے ہی بگڑتے ہیں۔ اور جب بڑے ہوتے ہیں اور نوجوانی میں قدم رکھتے ہیں تو غریب ملکوں میں ضرورت کے لئے اور امیر ملکوں میں تفریح کے لئے وہ حرکتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر یہ دیکھ لیں یہاں اس مغربی معاشرے میں آزادی کے نام پر بہت سی بے حیائیاں اور برائیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ ان برائیوں کے اظہار سے تم اور بگاڑ پیدا کرو گے تو آج کل اگر جائزہ لیں، جیسا کہ میں نے کہا، ان برائیوں کے اظہار کیوجہ سے ہی یہ برائیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو بھی ان برائیوں سے محفوظ رکھے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ نومبر ۲۰۰۴ء ۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۳ تا ۹ دسمبر ۲۰۰۴ء)

دعائیں...... خدا کے فضلوں کا ذریعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

''اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے میں دعاؤں کو، صدقات کو قبول کرتا ہوں لیکن ان بندوں کی جو اس کی طرف جھکتے ہیں، اپنی کمزوریوں اور اپنی نالائقیوں سے آئندہ بچنے کی کوشش کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ایسے لوگوں کو جو ایسی کوشش کر رہے ہوں،

اس کی طرف آنے کی کوشش کر رہے ہوں، جیسا کہ حدیث میں بھی ہے کہ اگر ایک قدم چل کے آتا ہے تو اللہ میاں دو قدم چلتا ہے اور زیادہ تیز چلتا ہے تو دوڑ کر آتا ہے، تو بہر حال جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ بندہ اس کی طرف آ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت رحم کرنے والا ہے۔ وہ تو جب بندہ خالص ہو کر اس کی طرف جھکتا ہے فوراً اپنے رحم کو جوش میں لے آتا ہے کیونکہ وہ تو اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کب میرا بندہ دعا اور صدقات سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا، یہ ضروری نہیں کہ خواہش کے مطابق کام ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ تو اگر فوری طور پر خواہش کے مطابق یعنی جو بندے کی خواہش ہے نتیجہ نہ بھی ظاہر فرمائے تو بھی بندے کی دعا اور صدقہ قبول کر لیتا ہے اور اَور ذرائع سے اَور وقتوں میں پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ میری دعا کا اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مختلف رنگوں میں فضل ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ پس ہمارا کام یہ ہے کہ بغیر کسی شرط کے خالص ہو کر اس کی راہ میں قربانیاں کرتے چلے جائیں۔ اور جس طرح اس نے فرمایا ہے کہ صدقہ وخیرات اور توبہ کرتے رہیں۔ دعاؤں پر زور دیں۔ اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارا کام صرف یہ ہو کہ اس کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔ صدقہ وخیرات اور چندے دینے کے بعد بھی کبھی بھی کسی قسم کا تکبر، غرور یا دکھاوا ہم میں ظاہر نہیں ہونا چاہیے بلکہ عاجزی سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے رہیں"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ نومبر ۲۰۰۴ء۔ الفضل انٹرنیشنل ۱۰ تا ۱۶ دسمبر ۲۰۰۴ء)

دعائیں اور صدقہ دونوں لازمی ہیں

"تو یاد رکھیں کہ پہلی بات تو یہ کہ جس سے دعا کرائی جائے ٹھیک ہے اس پر یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا سنتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے اپنے آپ پر بھی غور کرنا ہوگا، اپنی حالت بھی بدلنی ہوگی کیونکہ اس طرح دعا کرنے والے کو، جس سے دعا کروائی جا رہی ہے امتحان میں نہ ڈالیں۔ خود بھی اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا ہوگا۔ تبھی جب یہ دونوں دعائیں اکٹھی ہوں گی یعنی دعا کروانے والے کی اور دعا کرنے والے کی دعا جب اکٹھی ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش میں لائے گی۔ اور بعض دفعہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا اللہ تعالیٰ کسی اور رنگ میں دعا قبول کر لیتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ اسی طرح مانے جس طرح بندہ مانگ رہا ہے"۔

"دعاؤں اور صدقات کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا بندہ خالص ہو کر اس کے سامنے جھکتا ہے اور اس سے بخشش اور معافی طلب کرتا ہے تو وہ بھی اس پر رحم اور فضل کی نظر ڈالتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ اگر کوئی شخص توبہ، استغفار یا دعا کرے یا صدقہ خیرات دے تو بلا رد کی جائے گی۔

جب دعاؤں کے ساتھ صدقہ وخیرات کی طرف توجہ دیں یا صدقہ وخیرات کے ساتھ دعاؤں کی طرف توجہ دیں کیونکہ بعض لوگ صرف صدقہ کر دیتے ہیں وہ ان کو آسان لگتا ہے، نمازوں اور دعاؤں کی طرف توجہ کم ہوتی ہے، دونوں چیزیں اگر ملائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل بہت تیزی سے فرماتا ہے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ نومبر ۲۰۰۴ء۔ الفضل انٹرنیشنل ۱۰ تا ۱۶ دسمبر ۲۰۰۴ء)

مصلح موعود کا مقام اور جماعت احمدیہ کا فرض

وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات
معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات

(مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل قادیان)

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل اور اس کا احسان ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد نے عظیم الشان آسمانی نشان کے پورے ہونے کے متعلق آسمانی تصدیق سن لی۔ جس کی خبر ہمارے آقا ومطاع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۸۶ء میں دی اور جس کی اہمیت کے پیش نظر آپ نے اس مبارک موعود کی پیدائش سے پیشتر ہی اکناف و اطراف عالم میں اشتہارات کے ذریعہ اس کی منادی فرمادی تھی۔

انسان کی بدقسمتی اور اس کی ازلی محرومی اسے بسا اوقات روشن حقائق پر غور کرنے کا موقعہ نہیں دیتی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے چمکتے ہوئے نشانات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود نہیں دیکھتا۔ خدا تعالیٰ کے انوار کا آسمان سے اترنا اسے نظر نہیں آتا۔ وہ اندھا پیدا ہوتا اور اندھا ہی اس دنیا سے گزر جاتا ہے۔ آسمانی نشانات بارش کی طرح برستے ہیں۔ مگر ایک پتھریلی زمین کی طرح اس کا دل رحمت کے کسی قطرہ کو جذب نہیں کرتا۔ کاش ایسا انسان پیدا ہی نہ ہوتا کہ اس کا عدم اس کے وجود سے بہتر تھا۔ وہ پیدا نہ ہوتا کہ پرسش اعمال سے تو محفوظ رہتا۔ مگر زندگی میں اپنی نابینائی کی وجہ سے وہ ان ذمہ داریوں کو پہچان نہ سکا۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر عائد کی گئی تھیں۔ اور اس طرح خالی ہاتھ دنیا سے چلا گیا۔

وہ دولہا جس کا دنیا انتظار کررہی تھی۔ مصلح موعود کی پیشگوئی کوئی معمولی پیشگوئی نہیں۔ یہ وہ دولہا ہے جس کا ایک مدت سے انتظار کیا جارہا تھا۔ یہ وہ پاک روح ہے جس کو عالم بالا پر خدا تعالیٰ کی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا گیا۔ اور پھر زمین کی اصلاح کے لئے نازل کیا گیا۔ یہ (دین حق) کی صداقت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے۔

یہ نشان ہے جو اس لئے ظاہر کیا گیا کہ مردہ روحیں موت کے پنجہ سے نجات پائیں۔ قبروں میں دبے ہوئے اور گلے سڑے مردے قبروں سے باہر آجائیں۔ دین (حق) کا شرف لوگوں پر ظاہر ہو۔ کلام اللہ کا مرتبہ انہیں معلوم ہو۔ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور وہ جو خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کو ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہوجائے۔

کتنا عظیم الشان پروگرام ہے۔ جو اس نقطۂ مرکزی کے اردگرد چکر لگا رہا ہے۔ جسے خدا کے مسیح نے "مصلح موعود" قرار دیا۔ ایک مومن کا دل اس پروگرام کو پڑھ کر اچھلنے لگتا ہے۔ اس

کی روح وجد میں آجاتی ہے۔ اس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے اس فضل کو دیکھ کر نمناک ہو جاتی ہیں۔ اور اسے اپنی روح ہر آن اور ہر لحہ عرش پر سجدہ کرتے اور اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرتے دکھائی دیتی ہے۔ کہ اے میرے رب! مجھ میں تیرے انعامات کا شکر ادا کرنے کی طاقت نہیں۔ تیرا کس قدر احسان ہے کہ تو نے یہ مبارک دن مجھے دکھایا۔ اور مجھے بھی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہونے والا قرار دیا۔

درحقیقت ہر احمدی جو اللہ تعالیٰ کے فضل کی قدر و قیمت کو پہچانتا ہے۔ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے شکر کے جذبات سے اسی طرح لبریز ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہماری کسی ذاتی خوبی کا مصلح موعود کی شناخت اور آپ کی متابعت میں دخل نہیں۔ بلکہ یہ سراسر اس خدا کا احسان ہے۔ جو ہمیں نیست سے ہست میں لایا۔ جس نے اپنے فضل سے ہم عاجز اور گنہگار انسانوں کو وہ شرف عطا فرمایا۔ جس کا تصور کر کے بھی دل میں فرحت و انبساط سے ایک تلاطم برپا ہو جاتا ہے بہرکیف خدا تعالیٰ کا یہ احسان ہے۔ اور بہت بڑا احسان کہ اس نے وہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۶ء میں فرمائی آج بڑی شان اور بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دنیا کے سامنے پوری فرمادی (یہ مضمون ۲۰ فروری ۱۹۴۴ء کا ہے) کئی لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر تمہارے خلیفہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہوتے تو خود کیوں نہ کہتے۔ آج وہ آئیں اور دیکھیں کہ وہ موعود خود اپنی زبان سے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر موعود ہونے کا اعلان فرما رہا ہے۔ آج ظلمت کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہا۔ روشنی ظاہر ہوگئی۔ نور آسمان سے اتر آیا۔ اب مردہ دلوں کے مونہہ سے جو اعتراض بھی نکلا۔ وہ مٹ جائے گا۔ اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما چکے ہیں:۔

”جب وہ روشنی آئے گی تو ظلمت کے خیالات کو بالکل سینوں اور دلوں سے مٹا دے گی اور جو جو اعتراض مخالفوں اور مردہ دلوں کے مونہہ سے نکلے ہیں۔ ان کو نابود اور ناپید کر دے گی“۔

(سبز اشتہار)

ہمارا فرض

یہ روشنی آچکی اور نور ظاہر ہو چکا۔ الٰہی نوشتے پورے ہو گئے۔ اور خدا کا کلام سچا ثابت ہوا۔ اب ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس تازہ انعام کے بعد عبادتوں دعاؤں اور قربانیوں میں پہلے سے کئی گنا بڑھ جائیں۔ دنیا خوشی مناتی ہے۔ تو اس کا طریق یہ ہوتا ہے کہ وہ کہتی ہے آؤ ہم چھٹی کریں۔ لیکن مومن خوشی مناتا ہے تو وہ اپنے پہلے کام میں اور بھی اضافہ کر لیتا ہے۔ عید تمام مومنوں کے لئے خوشی کا دن ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص عید کے دن روزہ رکھتا ہے۔ وہ شیطان ہے۔ گویا آپ نے عید کی خوشی سے لطف اندوز ہونا ہر مومن کے لئے ضروری قرار دیا۔ مگر عید کے دن عبادت سے چھٹی نہیں ہوتی بلکہ ایک زائد نماز پڑھی جاتی ہے۔ پس مومن کا طریق یہ

ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھ کر سست نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی قربانیوں میں اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

''مصلح موعود'' کا مقام جیسا کہ اس نام سے ظاہر ہے۔ دنیا کی اصلاح کرنا اور قلوب کو ظلمات سے پاک کرنا ہے۔ پس ہم اگر صحیح طور پر مصلح موعود کی شناخت کا دعویٰ کرتے ہی۔ تو ہمارا قدم بھی اصلاح کی طرف اٹھنا چاہیے۔ اور ہمارے اعمال میں بھی ایک نمایاں فرق ہونا چاہیے۔ اور درحقیقت اگر غور کیا جائے تو اصلاح اعمال کے تمام ضروری طریق اس پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیئے ہیں۔ جو ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں درج ہے۔ وہ اشتہار صرف ان ذاتی فضائل اور کمالات کی طرف ہی اشارہ نہیں کرتا۔ جو مصلح موعود میں پائے جاتے ہیں۔ بلکہ جماعت کو بھی ان کے فرائض کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

پہلی بات جو اس اشتہار کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان نشان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے نتیجہ میں ظاہر فرمایا۔ چنانچہ الفاظ یہ ہیں کہ:-

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی''۔

پس یہ الفاظ جہاں یہ بتاتے ہیں کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُر درد دعاؤں کا ثمر ہے۔ وہاں ہماری توجہ اس امر کی طرف بھی مبذول کرتے ہیں کہ اگر دور مصلح موعود سے فائدہ اٹھانا چاہیں اور اپنی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نشان دیکھنا چاہیں۔ تو ہمیں بھی دعاؤں اور تضرعات سے ہمیشہ کام لینا چاہیے۔

دوسری بات اس اشتہار سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مصلح موعود کو اس لئے کھڑا کیا جائے گا۔ تا (دین حق) کا شرف ظاہر ہو یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ دین کا شرف اسی وقت ظاہر ہوسکتا ہے۔ جب ہم دعوۃ الی اللہ میں مصروف ہو جائیں اور مالی اور جانی قربانیوں سے دریغ نہ کریں۔ پس دوسرا کام جماعت احمدیہ کا اشاعت دین اور قربانیوں کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ مصلح موعود کے ذریعہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ یہ امر ہماری توجہ اس امر کی طرف مبذول کرواتا ہے۔ کہ ہم قرآن کریم پڑھیں سمجھیں۔ اور اس پر عمل کریں۔ اور نہ صرف خود ایسا کریں بلکہ دوسروں کو بھی قرآن کریم پڑھائیں سمجھائیں اور اس پر عمل کرنے کی طرف انہیں توجہ دلائیں۔

چوتھی بات اس میں یہ بیان کی گئی ہے کہ مصلح موعود کے ذریعہ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے گا۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے گا۔ ان الفاظ میں جماعت احمدیہ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ کہ وہ ہر معاملہ میں حق اختیار کرے اور باطل کی طرف معمولی سا میلان بھی اس کے کسی کام میں نہ پایا جائے تا کہ تمام برکات سے اسے حصہ ملے اور تمام نحوستوں سے وہ محفوظ رہے۔

پانچویں بات یہ بیان کی گئی ہے کہ اس نشان کی غرض لوگوں

کے دلوں میں یہ یقین پیدا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہ چیز بھی ایسی ہے۔ جس کا موجودہ زمانہ میں عام طور پر فقدان ہے اور نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلمان بھی بعض معاملات میں خدا تعالیٰ کو قادر یقین نہیں کرتے۔ مثلاً وہ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح ناصری سے بھی کسی کو بڑا درجہ دے سکتا ہے۔ یا موجودہ زمانہ میں بھی الہام نازل کر سکتا ہے یا مشکل امور میں بھی دعاؤں کو قبول کر سکتا ہے۔

د: بدعت کی ایسی تمام شاخوں کی قطع و برید بلکہ اس کا استیصال جماعت احمدیہ کا فرض ہے اور یہ فرض اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے۔ جب جماعت کا ہر فرد غیر مذاہب کو (دین حق) میں داخل کرنے کی طرف متوجہ ہو۔

چھٹی بات اس میں یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محامد بھی اس دور مصلح موعود میں چاروں طرف پھیلیں گے۔ اور دنیا یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی حقیقی منجی اور دنیا کے سردار ہیں۔ آپ سے فیض حاصل کئے بغیر کوئی شخص نیکی کا ایک معمولی مقام بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ امر جہاں ہمیں ذاتی طور پر اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ وہاں ہمیں اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محامد غیر اقوام تک پہنچائیں۔ تا کہ دنیا آپ کی حمد سے بھر جائے اور امن و سلامتی کا دور دورہ ہو۔

پھر خدا نے مصلح موعود کو ''مسیحی نفس'' قرار دیا ہے اور مسیح کے معنے جیسا کہ حضرت مصلح موعود نے بیان فرمائے ہیں۔ ایسے شخص کے ہوتے ہیں جس نے اپنے جسم پر تیل ملا ہوا ہو۔ جس طرح تیل ملے جسم پر پانی کا کوئی قطرہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح مسیح وہ ہے جس کے جسم سے جب بدی چھوئے تو اندر داخل نہ ہو بلکہ باہر کی طرف گر پڑے۔ ان معنوں کی مناسبت سے مسیحی نفس کو ماننے والوں کا بھی فرض کہ جس طرح بعض کپڑے واٹر پروف ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ شیطان پروف بن جائیں شیطان ان کی طرف بدی کے تیر پھینکے تو وہ ان کے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر نیچے گر پڑیں۔ مگر ان کے جسم کے اندر ان کا کوئی اثر نہ پہنچے۔

اسی طرح مصلح موعود کے متعلق یہ الہام ہونا کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ ہمیں اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ ہم بھی جلدی اور سرعت کے ساتھ ترقی کی طرف قدم بڑھائیں۔ اور تھوڑے سے تھوڑے عرصہ میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آستانہ الوہیت کی طرف کھینچ لائیں۔

باتیں تو اور بھی بہت سی ہیں لیکن یہ چند امور ایسے ہیں جو ہر شخص کو معلوم ہو سکتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ نشان جو اس نے مصلح موعود کے انکشاف کی صورت میں حضرت مصلح موعود پر ظاہر فرمایا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائے اور کچھ اس طرح اپنے رب کے آستانہ پر گرے کہ اس کا خدا اسے اپنے قرب میں جگہ دے دے۔ اور وہ بھی اس کے پیاروں میں شامل ہو جائے۔

(روزنامہ الفضل قادیان مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۴۴ء)

OOOOOOOOOOOOO

قسط اول

حضرت امام شافعیؒ کا سفرنامہ

(ان کے شاگرد ربیع بن سلیمان کے بیان کا ترجمہ) (مرسلہ: سید حماد رضا)

حضرت امام شافعی نے بہت کم عمری میں تحصیل حدیث کے لئے مدینہ منورہ اور عراق کا سفر کیا تھا جس کی سرگذشت اپنے شاگرد ربیع بن سلیمان سے بیان کی تھی۔ انھوں نے ان حالات کو سفرنامہ کی شکل میں قلمبند کر کے محفوظ کر دیا جس سے اُس عہد کے علماء اور اس زمانے کی معاشرت کے بارے میں بعض دلچسپ اور کارآمد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

مکہ سے جب میں روانہ ہوا تو میری عمر ۱۴ برس کی تھی دو یمنی چادریں میرے جسم پر تھیں۔ میں نے صاحب سلامت کی، ایک ضعیف العمر شخص میری طرف بڑھا اور اپنے ساتھ کھانے میں شرکت کی دعوت دی۔ میں نے بے تکلفی سے وہ دعوت قبول کر لی۔ کھانے سے فراغت کے بعد خدا کا شکر اور بوڑھے میزبان کا شکریہ ادا کیا۔

اب باتیں ہونے لگیں۔ انہوں نے سوال کیا ''تم مکی ہو؟'' میں نے جواب دیا ''جی ہاں میں مکی ہوں'' پھر سوال کیا ''قریشی ہو؟'' میں نے کہا ''ہاں قریشی ہوں''۔ پھر میں نے پوچھا ''چچا! یہ آپ نے کیسے جانا کہ میں مکی ہوں، قریشی ہوں؟'' انہوں نے کہا کہ ''شہری ہونا تو تمہارے لباس ہی سے ظاہر ہے اور قریشی ہونا تمہارے کھانے سے معلوم ہو گیا۔ جو شخص دوسروں کا کھانا بے تکلفی سے کھا لیتا ہے۔ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ اس کا کھانا بھی دل کھول کر کھائیں اور یہ خصلت صرف قریش کی ہے''۔

میں نے پوچھا ''آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟'' جواب ملا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مدینہ میرا وطن ہے''

میں نے پوچھا مدینہ میں کتاب وسنت کا سب سے بڑا عالم اور مفتی کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ''بنی اصبح کا سربراہ مالک بن انس'' (امام مالکؒ)۔ میں نے کہا۔ ''خدا ہی جانتا ہے مجھے امام مالکؒ سے ملنے کا کتنا شوق ہے؟ بوڑھے نے جواب دیا''۔ خوش ہو جاؤ۔ خدا نے تمہارا شوق پورا کر دیا۔ اس بھورے اونٹ کو دیکھو، یہ ہمارا سب سے اچھا اُونٹ ہے اسی پر تم سوار ہو گے۔ اب قافلہ کوچ کرنے والا ہے''۔

سب اونٹ قطار میں کھڑے کر دیئے گئے مجھے اسی بھورے اونٹ پر بٹھایا گیا اور قافلہ چل پڑا۔

امام مالکؒ سے ملاقات

آٹھویں دن عصر کے وقت مدینہ میں ہمارا داخلہ ہوا۔ مسجد نبوی میں نماز پڑھی پھر مزار مقدس کے قریب حاضر ہوا اور صلوٰۃ وسلام بھیجا امام مالکؒ دکھائی دیئے ایک چادر کی تہ بند باندھے تھے اور دوسری چادر اوڑھے تھے اور بلند آواز سے حدیث روایت کر رہے تھے۔

''مجھ سے نافع نے ابن عمر کے واسطے سے اس قبر کے مکین

سے روایت کیا ہے......''

یہ کہہ کر انہوں نے زور سے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ اور قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔

یہ نظارہ دیکھ کر امام مالکؒ کی ہیبت مجھ پر چھا گئی اور جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا۔ امام مالکؒ حدیث روایت کرنے لگے۔ میں نے جلدی سے ایک تنکا اٹھا لیا اور امام مالکؒ جب کوئی حدیث سناتے تو میں اس تنکے کو اپنے لعاب دہن میں تر کر کے اپنے ہتھیلی پر لکھ لیتا۔ امام مالکؒ میری یہ حرکت دیکھ رہے تھے مگر مجھے خبر نہ تھی۔ آخر مجلس ختم ہوگئی اور امام مالکؒ دیکھنے لگے کہ سب کی طرح میں بھی اُٹھ جاتا ہوں یا نہیں۔ میں بیٹھا ہی رہا تو امام مالکؒ نے اشارے سے مجھے بلایا۔ میں قریب پہنچا تو کچھ دیر بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا۔ ''تم حرم کے رہنے والے ہو؟'' میں نے عرض کیا ''جی ہاں'' میں حرم ہی کا باشندہ ہوں۔ پوچھا ''مکی ہو؟'' میں نے کہا ''جی ہاں'' کہنے لگے ''قریشی ہو؟'' میں نے کہا ''جی ہاں'' فرمایا سب اوصاف پورے ہیں۔ مگر تم میں ایک بے ادبی بھی ہے۔ میں نے عرض کیا ''آپ نے میری کونسی بے ادبی دیکھی ہے؟'' کہنے لگے ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سنا رہا تھا۔ اور تم تنکا لئے اپنے ہاتھوں پر کھیل رہے تھے''۔ میں نے جواب دیا ''کاغذ پاس نہیں تھا۔ اس لئے جو کچھ آپ سے سنتا تھا اسے لکھتا جاتا تھا''۔ اس پر امام مالکؒ نے میرا ہاتھ کھینچ لیا دیکھا اور فرمایا۔ ''ہاتھ پر تو کچھ بھی لکھا نہیں ہے''۔ میں نے عرض کیا ''ہاتھ پر لعاب باقی نہیں رہتا لیکن'' آپ نے جتنی حدیثیں سنائی ہیں مجھے سب یاد ہو چکی ہیں''۔ امامؒ کو تعجب ہوا کہنے لگے۔ ''سب نہیں ایک ہی حدیث سنا دو''۔ میں نے فوراً کہا۔

''مجھ سے مالک نے نافع اور ابن عمر کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت کیا ہے......''

اور امام مالکؒ ہی کی طرح میں نے بھی ہاتھ پھیلا کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔ پھر وہ پچیس حدیثیں سنا دیں جو انہوں اپنے بیٹھنے کے وقت سے مجلس کے خاتمے تک سنائی تھیں۔

اب سورج ڈوب چکا تھا۔ امام مالکؒ نے نماز پڑھی پھر میری طرف اشارہ کر کے خادم سے کہا ''اپنے آقا کا ہاتھ تھام''۔ اور مجھ سے فرمایا۔ اٹھو خادم کے ساتھ میرے گھر جاؤ''۔ میں نے ذرا انکار نہ کیا اور اٹھ کھڑا ہوا جب گھر پہنچا تو خادم ایک کوٹھڑی میں مجھے لے گیا اور کہنے لگا''۔ گھر میں قبلہ کا رُخ یہ ہے پانی کا لوٹا یہ رکھا ہے اور بیت الخلاء ادھر ہے''۔

تھوڑی دیر بعد خود امام مالکؒ آگئے خادم بھی ساتھ تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خوان تھا امام مالکؒ نے خوان لے کر فرش پر رکھ دیا پھر مجھے سلام کیا اور خادم سے کہا کہ ہاتھ دھلائے خادم برتن لئے میری طرف بڑھا۔ مگر امام مالکؒ نے ٹوکا۔ جانتا نہیں کھانے سے پہلے میزبان کے ہاتھ دھونے چاہیے اور کھانے کے بعد مہمان کا۔ مجھے یہ بات پسند نہ آئی اور اس کی وجہ دریافت کی۔ امام مالکؒ نے جواب دیا۔ میزبان کھانے پر مہمان کو بلاتا ہے۔ اس لئے پہلے ہاتھ بھی میزبان ہی کو دھونا چاہیے۔ اور کھانے کے بعد آخر میں اس لئے دھوتا ہے کہ شائد اور کوئی مہمان آجائے تو کھانے میں میزبان اس کا بھی ساتھ دے سکے۔

کھانا کھانے کے بعد امام مالکؒ مکہ والوں کے حالات پوچھتے رہے اور جب رات زیادہ ہوگئی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ ''اب تم آرام کرو''۔ میں تھکا ہوا تو تھا ہی لیٹتے ہی بے خبر سوگیا۔ پچھلے پہر کوٹھڑی کے دروازے پر دستک پڑی اور آواز آئی۔ خدا کی رحمت ہو تم پر نماز''۔ میں اٹھ بیٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ خود امام مالکؒ ہاتھ میں لوٹا لئے کھڑے ہیں۔ مجھے بڑی شرمندگی ہوئی مگر وہ کہنے لگے۔ ابوعبداللہ کچھ خیال نہ کرو۔ مہمان کی خدمت فرض ہے۔

امام مالکؒ کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز فجر ادا کی۔ اندھیرا بہت تھا۔ تاریکی دور ہو جانے کے بعد جب پہاڑوں پر دھوپ نمودار ہوگئی تو امام مالکؒ جس جگہ کل بیٹھے تھے اسی جگہ آج بھی جا بیٹھے۔ اور اپنی کتاب مؤطا میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے کتاب سنانا شروع کی اور لوگ لکھنے لگے۔

میں امام مالکؒ کے یہاں آٹھ مہینے رہا۔ پوری مؤطا مجھے حفظ ہوگئی۔ مجھ میں اور امام مالکؒ میں اس قدر محبت اور بے تکلفی ہوگئی تھی کہ کوئی انجان دیکھ کر نہیں کہہ سکتا تھا کہ مہمان کون ہے۔ اور میزبان کون۔

عراق کا سفر

حج کے بعد مدینہ کی زیارت کرنے اور مؤطا سننے کے لئے مصر کے لوگ مدینہ آئے اور امام مالکؒ کی خدمت میں پہنچے۔ میں نے مصریوں کو پوری مؤطا زبانی سنائی۔

اس کے بعد اہل عراق حاضر ہوئے۔ مزار مبارک اور منبر کے درمیان مجھے ایک نوجوان دکھائی دیا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس کی نماز بھی اچھی تھی۔ میں نے نام پوچھا۔ بتا دیا پھر میں نے وطن پوچھا۔ معلوم ہوا وہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ میں نے کہا۔ کوفہ میں کتاب وسنت کا عالم ومفتی کون ہے؟ اس نے جواب دیا۔

ابو یوسف اور محمد بن حسن جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ میں نے پوچھا عراق کو تمہاری واپسی کب ہوگی؟ اس نے جواب دیا۔ کل صبح تڑکے۔

یہ سن کر امام مالکؒ کے پاس آیا۔ ان کا عندیہ معلوم کیا۔ انہوں نے علم کی طلب اور اس کے حصول کی فضیلت بیان کی اور راستہ کے لئے میرے کھانے کا بندوبست کر دیا۔ صبح تڑکے وہ مجھے بقیع تک پہنچانے آئے اور زور سے پکارنے لگے۔ کوفہ کے لئے کون اپنا اونٹ کرایہ پر دیتا ہے؟۔

یہ سن کر مجھے تعجب ہوا اور عرض کیا۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ نہ میرے پاس کوئی رقم ہے اور نہ خود آپ ہی کی حالت کسی قابل ہے۔ پھر یہ کرائے کا اونٹ کیسا؟ امام مالکؒ مسکرائے اور کہنے لگے۔ نماز عشاء کے بعد جب تم سے رخصت ہوا۔ تو دروازہ پر دستک پڑی میں باہر نکلا تو عبدالمومن بن قاسم کھڑے تھے۔ ہدیہ لائے تھے۔ منتیں کرنے لگے کہ قبول کرلو۔ اور ہاتھ میں ایک تھیلی تھما دی تھیلی میں سو دینار نکلے۔ پچاس تو میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لئے ہیں اور پچاس تمہارے واسطے لے آیا ہوں۔ پھر امام مالکؒ نے چار دینار میں اونٹ طے کر دیا۔ باقی رقم میرے حوالہ کی اور مجھے خدا حافظ کہا۔

حاجیوں کے اس قافلہ کے ساتھ میں روانہ ہوگیا۔ چوبیسویں دن ہم کوفہ پہنچے۔ عصر کے بعد مسجد میں داخل ہوا۔

نماز پڑھی اور بیٹھ گیا۔ اسی دوران میں ایک لڑکا دکھائی دیا۔ نماز پڑھ رہا تھا۔ مگر اس کی نماز ٹھیک نہ تھی۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور نصیحت کرنے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے کہا۔ میاں صاحبزادے! نماز اچھی طرح پڑھا کرو۔ تاکہ آخرت کی گرفت سے محفوظ رہو۔ لڑکے کو میری بات بری لگی۔ اس نے اپنی چادر زور سے جھٹکی اور مسجد سے باہر جانے لگا۔

امام محمد اور امام ابو یوسف سے ملاقات

اتفاق سے مسجد کے دروازے ہی پر لڑکے کو محمد بن حسن اور ابو یوسف مل گئے اس نے ان سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ دونوں حضرات نے کہا تم اس شخص کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ نماز میں کس طرح داخل ہوتے ہو؟ لڑکا لوٹ آیا اور مجھ سے وہ سوال کیا۔ میں نے جواب دیا۔ دو فرض اور ایک سنت کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہوں۔ لڑکا یہ سن کر چلا گیا اور ان دونوں حضرات کو میرا جواب پہنچا دیا اس پر وہ سمجھ گئے کہ جواب ایسے آدمی کا ہے جس کی علم پر نظر ہے مگر انہوں نے اس لڑکے سے کہا۔ پھر جا کر پوچھو کہ وہ دونوں فرض کون ہیں اور سنت کیا ہے؟ لڑکے نے آ کر مجھ سے یہی سوال کیا۔ میں نے جواب دیا۔ ''پہلا فرض نیت ہے۔ دوسرا فرض تکبیر تحریمہ اور سنت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا ہے۔ لڑکے نے میرا جواب بھی دونوں صاحبوں کو سنا دیا۔ اب وہ دونوں حضرات مسجد میں داخل ہوئے۔ مجھے غور سے دیکھا، آگے بڑھ گئے اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ پھر لڑکے سے کہا جاؤ اس شخص سے کہو کہ مشائخ کے روبرو آئے۔ (باقی آئندہ انشاءاللہ)

(بحوالہ الفرقان اپریل ۱۹۵۸ء)

کلید صد ظفر

محترم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

(۱)

مصلح موعود کی پائی خبر
ہے ہمارے واسطے بہجت اثر
ہو گیا ظاہر وہ رازِ مستتر
آئی ہاتھوں میں کلیدِ صد ظفر

(۲)

سیدی محمود ہے فضل عمر
ہو گئی ظاہر حقیقت منتظر
چار سُو ڈنکا بجا (دین حق) کا
وحی حق نے جیسے پہلے دی خبر

(۳)

مشکلیں سب دُور ہو جانے کو ہیں
ظلمتیں کافور ہو جانے کو ہیں
بدر ہوگا انبیاء کا یہ قمر
عالمیں پُر نُور ہو جانے کو ہیں

(۴)

ہے دعا اکمل کی ربِ لاتذر
کفر ہو معدوم۔ (مومن) ہوں بشر
شوکتِ (دین حق) بڑھتی جائے اور
پھیل جائے احمدیت کا اثر

(خالد مارچ ۱۹۵۸ء)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غزوہ بدر کے قیدیوں سے حسن سلوک

ولیم میور کی نظر میں

(ترجمہ: ابو کرشن)

معروف مستشرق 'ولیم میور' غزوہ بدر کے قیدیوں سے مشفقانہ سلوک کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

"In pursuance of Mahomet's commands, the citizens of Medina, and such of the refugees as already had houses of their own, received the prisoners, and treated them with much consideration. 'Blessings be on the men of Medina! 'said one of these prisoners in later days: 'they made us ride, while they themselves walked: they gave us wheaten bread to eat when there was little of it, contenting themselves with dates.' It is not surprising that when, sometime afterwards, their friends came to ransom them, several of the prisoners who had been thus received declared themselves adherents of Islam; and the such the Prophet granted liberty without ransom."

(The life of Mahamet By Sir William Muir Vol.1 Page:242 London Smith, Elder, & Co, 15 Waterloo Place 1878)

ترجمہ:-

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہدایت کے ماتحت مدینہ کے شہریوں اور مہاجرین نے جن کے اپنے گھر تھے قیدیون کے ساتھ بڑی محبت اور مہربانی کا سلوک کیا۔ چنانچہ ایک قیدی کی اپنی شہادت ان الفاظ میں مذکور ہے کہ 'خدا بھلا کرے مدینہ والوں کا وہ ہم کو سوار کرتے تھے اور آپ پیدل چلتے تھے۔ ہم کو گندم کی پکی ہوئی روٹی دیتے تھے اور آپ صرف کھجوروں پر گزارہ کرتے۔ اسلئے یہ تعجب والی بات نہیں ہے کہ بعد میں جب قیدیوں کے دوست ان کو فدیہ دے کر آزاد کروانے کیلئے آئے تو اُن میں سے کئی قیدیوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بغیر فدیہ کے اُن کو آزادی بخش دی۔

SEEK AND YE SHALL FIND

(ترجمہ: مکرم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب ۔ وکیل وقف نو)

بنیاد پرست عیسائی انجیل کو خدا تعالیٰ کے ایسے الفاظ سمجھتے ہیں جو روح القدس کی راہ نمائی میں انسانوں نے لکھے ہیں۔ لیکن بعض یہودی بنیاد پرست اس سے بھی بڑھ کر یہ مانتے ہیں کہ پرانے عہد نامہ کی پہلی پانچ کتب جو توراۃ کہلاتی ہیں حرف حرف کر کے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر نازل فرمائی ہیں اور اسی سلسلہ میں آج کل ایک نئی کتاب The Bible Code جسے Michad Drosnin نے لکھا ہے اور Simon & Schuster نے شائع کیا ہے لوگوں کی دلچسپی کا موضوع بنی ہوئی ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عبرانی زبان کی توراۃ میں حروف میں کوڈز کی صورت میں پیشگوئیاں اور پیغامات چھپے ہوئے ہیں۔

توراۃ میں کل حروف کی تعداد 3,04,805 ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ اگر مختلف حروف کو ایک خاص ترتیب سے دیکھا جائے تو مستقبل کے واقعات کی نشاندھی کی جاسکتی ہے۔ اور اس میں کینڈی کا قتل۔ اسرائیل کے وزیر اعظم رابین کا قتل اور اسی قسم کے دوسرے واقعات کی نشاندھی کی گئی ہے۔

یہ کتاب خاصی مقبولیت حاصل کر رہی ہے لیکن کیا یہ نتائج درست بھی ہیں۔ اس مضمون کی اشاعت کے بعد Drosnin نے Rips سے ملاقات کی اور پھر یہ کتاب شائع کی جس کی پہلے تو Rips نے حمایت کی لیکن بعد میں اس کے تمام نتائج سے متفق ہونے سے انکار کر دیا۔

Drosnin کا کہنا ہے کہ اسے ان پیغامات کے درست ہونے پر زیادہ یقین اس وقت پیدا ہوا جب اس نے اسرائیلی وزیر اعظم ژاک رابین کا نام دیکھا جو ۴۷۷۲ حروف کے فاصلہ کی پیمائش سے موجود ہے پھر اسی پیمائش سے ایک اور فقرہ ''قاتل قتل کرے گا'' بنتا ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق اس نے اسرائیل جا کر رابین کو متنبہ بھی کیا۔ اور ایک سال کے بعد رابین قتل ہو گیا۔

بعض ریاضی دانوں کے مطابق اس قسم کے طریق سے کسی بھی کتاب سے کچھ بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور آسٹریلین نیشنل یونیورسٹی کے ریاضی دان Brendam Mekay نے ایک بین الاقوامی معاہدہ کیا تفصیلات پر جب اسی طریق سے کام شروع کیا تو معاہدہ کے مطابق ہی بہت سے الفاظ بن گئے۔

حقیقت میں اس طریق پر کام شروع کرنے سے قبل ہی طے کرنا پڑتا ہے کہ آپ کیا تلاش کرنا چاہتے ہیں؟ اور پھر ذہن میں کوئی مقصد رکھ کر ہی تحقیق کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ یہودی مذہبی راہنما اس قسم کی تحقیق کی مخالفت کر رہے ہیں۔

(Seek and ye shall find. by Sharon Beglay. Newsweek,16 June 1997 - page 58,59)

پھیلا ہے سامنے مرے لندن کا مستقر
اترا ہے اک جہاز، تو اک مائلِ سفر

ہے آنے جانے والوں کی اک بھیڑ، اور بہت
ہیں محوِ انتظارِ عزیزانِ منتظر

ہر روز ہے رواں دواں خلقِ خدا یہاں
ہے دیکھتی یہ سلسلہ ہر شام، ہر سحر

بیٹھا ہوا مطار پہ میں سوچتا رہا
اسباق اس نظارے میں کتنے ہیں مستتر

دنیا میں جو بھی آیا ہے اک روز جائے گا
اور جو سفر عدم کا ہے اس سے نہیں مفر

پروانہ ہر بشر کو ملا زندگی کا ہے
منزل معین اس کی ہے آئے نہ گو نظر

راہِ حیات میں ہیں نشیب اور فراز بھی
کتنے ہی موڑ آتے ہیں اس رہ میں پُر خطر

کب آئے گی ندا اور کہاں ہو گی اس کی شام
کوئی نہیں یہ جانتا کس کو ہے یہ خبر

یہ زندگی سفر ہے، سفر زندگی کا نام
خوش بخت وہ بشر ہے جو لوٹے گا با ظفر

ہر لمحہ حیات ہے اس بات کا نقیب
طولِ امل کو چھوڑ دو کہ ہے وقت مختصر

محدود زندگی کا ہر اک لمحہ مثلِ زر
ضائع نہ ہو دقیقہ کوئی یوں کرو بسر

اے راہروانِ زیست سنو، دن ہے ڈھل رہا
ہمت کرو بلند اور قدموں کو تیز تر

راشد ہجومِ خلق پہ ڈالو ذرا نظر
دنیا مسافرانِ عدم کا ہے مستقر

(عطاء المجیب راشد)

******

فارسی ادب سے

لوح محفوظ

(فریدون تولّلی۔ ترجمہ: سید برہان احمد ناصر)

ایک دن میں اپنے ایک دوست سے ملنے چھاپہ خانہ چلا گیا۔ چھوٹے چھوٹے خانوں والی میزوں کے سامنے کھڑے ہوئے بے خواب آنکھوں، چکنے اور سیاہ ہاتھوں والے کمپوزیٹر مکئی کی دکان میں چگنے والے مرغوں کی طرح سیسے کے حروف کو ایک ایک کر کے ملا رہے تھے۔

کچھ اور لوگ ان حروف کو جو گھنٹوں ایک دوسرے سے پیوستہ رہ کر اور لمبی بوس و کنار کے نتیجے میں چار صفحات کے ایک روزنامچہ کا سبب بنے تھے، ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے ان کے مخصوص خانوں میں رکھ رہے تھے۔

اس سے پہلے مجھے کبھی چھاپہ خانہ کو اتنے قریب سے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا یا یوں کہیے فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ میں ناچار سگریٹ سلگا کر اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ ایک کمزور سا لڑکا جس کی خشک کھانسی سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ سیسے سے اُٹھنے والی گیس نے اس کے پھیپھڑوں کی خوب تواضع کی ہے، اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشغول گفتگو تھا اور ساتھ ہی ساتھ کسی خودکار مشین کی طرح حروف کو بھی ان کی جگہ پر رکھ رہا تھا۔

اس کے ہاتھ کے قریب ہی آشنو سگریٹ کی ڈبیہ کے برابر جڑے ہوئے حروف کے تین فرمے پڑے تھے اور اس ڈر سے کہ یہ حروف آپس میں گڈمڈ نہ ہو جائیں، ان کے گرد مضبوطی سے ڈوری بندھی ہوئی تھی۔

چاہیے تو یہ تھا کہ دوسرے فرموں کی طرح وہ انہیں بھی کھولتا اور حروف علیحدہ کرتا مگر اندازے کے برعکس اُس نے اپنا کام تو مکمل کر لیا مگر ان فرموں کی ترتیب نہ چھیڑی۔

میری سوال کرنے والی حس بیدار ہو چکی تھی۔ میں نے لڑکے سے پوچھا:

کیا ابھی ان کا استعمال باقی ہے؟

”نہیں“

پھر انہیں کھولتے کیوں نہیں؟

وہ زیر لب مسکرایا اور کہنے لگا:

ابھی تو ان سے کوئی کام نہیں، مگر پڑ بھی سکتا ہے۔ اب اگر یہی عبارت دوبارہ بنانی پڑے تو اس پر کچھ وقت تو لگے گا۔ بس اسی لئے کہ دوبارہ انہیں جوڑنا نہ پڑے۔ ہم ان فرموں کو نہیں کھولتے۔

جونہی وہ لڑکا ہاتھ دھونے کے لئے حوض کی طرف گیا۔ میں اپنی اسی حس سوال کے زیر اثر متذکرہ بالا فرموں کے قریب پہنچ گیا۔ ہر چند کہ مجھے اُلٹے حروف پڑھنے کی عادت نہیں مگر میں بڑی دِقت سے انہیں پڑھنے میں کامیاب ہو سکا۔

پہلے فرمے کا مضمون کچھ اس طرح تھا:

”باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ نئے مقرر کئے جانے والے صاحب کا شمار شریف، پاکدامن اور ذہین افسروں میں

ہوتا ہے۔ اپنی ملازمت کے دوران انہوں نے ہمیشہ عوام کی فلاح و آسائش کا خیال رکھا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اپنے سے پہلے آنے والے افسران کے برعکس وہ اس صوبے کے لوگوں کی خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں گے۔ ہم ان کی تقرری پر انہیں تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

دوسرا فرما جو نسبتاً سخت الفاظ سے بنایا گیا تھا۔ اس کی عبارت کچھ ایسی تھی:

''گذشتہ دنوں نئے تقرر شدہ افسر کی بداعمالیوں اور اختیارات کے ناجائز استعمال کے متعلق کئی شکایت آمیز خطوط اخبار کے دفتر میں آئے۔ تازہ ترین یہ کہ شہر کے تقریباً سو معروف اور معتبر لوگوں کے دستخطوں والا ایک خط بھی ہمیں ملا جو ہم جگہ کی کمی کے باعث چھاپنے سے قاصر ہیں۔ ہم نے متعلقہ وزات کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کروائی ہے کہ وہ عوام کے جذبات اور رائے کا خیال رکھے۔ اس بارے میں ہمارا اپنا جو نظریہ ہے وہ ہم انشاء اللہ اگلے شماروں میں تفصیل سے بیان کریں گے''۔

تیسرے فرمے میں تو حد ہی کر دی گئی تھی:

''آخر کار اس اخبار کے خیر خواہانہ مذاکرات کے نتیجہ میں دارالحکومت نے ناانصافی کے اس مکروہ سلسلے کو ختم کرنے اور اس صوبہ کے لوگوں کو ایسے ظالم سرکاری افسر کے پنجہ سے رہائی دلانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ صرف یہی نہیں کہ مذکورہ سرکاری افسر نے اس صوبہ میں اپنی تعیناتی کے دوران کوئی اچھا کام نہیں کیا بلکہ ہمارے مسائل میں بے حد اضافہ کیا۔ ہمیں تعجب ہے کہ متعلقہ حکام ایسی خطرناک اور خون چوس لینے والی جونکوں کا اہم عہدوں پر تقرر کیسے گوارا کر لیتے ہیں؟''

جب میں مندرجہ بالا فرمے پڑھنے سے فارغ ہوا تو وہ لڑکا واپس جا چکا تھا اور میں کہ ان فرموں کا استعمال نہ سمجھ سکا تھا۔ اس سے پوچھنے لگا:

''پھر تم نے بتایا نہیں کہ انہیں کب استعمال کیا جاتا ہے؟''

لڑکا جو اپنے گیلے ہاتھوں کو اپنے میلے دامن سے صاف کر رہا تھا، زیرلب مسکرا کر بولا۔

''اچھا تو سنیے! جب کوئی بڑا افسر یہاں آتا ہے تو اس کی آمد کی خبر کے ساتھ ہی پہلا فرما چھاپ دیتے ہیں۔ اور اگر وہ کبھی ایڈیٹر کے مطالبات ماننے میں بہانے بنائے تو دوسرا فرما اس کی نظر کر دیتے ہیں۔

تیسرے فرمے کے استعمال کا موقع اس وقت آتا ہے جب اس کی جگہ کسی دوسرے افسر کا تقرر ہو جائے۔ اس وقت پہلے افسر کی روانگی کے بعد ایڈیٹر کے حکم کے مطابق اسے چھاپ دیتے ہیں۔ میں آپ کا زیادہ سر نہیں کھانا چاہتا مگر اب تک ماں کا جایا کوئی بھی سرکاری افسر ایسا نہیں گزرا جو ان تینوں فرموں کی زد میں نہ آیا ہو......

ابھی لڑکے کی بات ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک بوڑھا کمپوزیٹر جو شکل سے اس کا استاد اور کام کا انچارج لگتا تھا۔ عامیانہ لہجے میں بولا۔

اوئے! باتیں کم کر اور جلدی سے پہلا فرما لا۔ جناب رئیس کی آمد کی خبر کے علاوہ باقی اخبار چھپنے کے لئے تیار ہے۔

یہ باتیں سن کر لڑکے نے مجھ پر ایک معنی خیز نظر ڈالی اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ پہلا فرما استاد کو تھما دیا۔

(مرتبہ: راجہ برہان احمد طالع صاحب)

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کائنات اس کا فعل ہے۔ کلام کو سمجھنے کے لئے فعل کا مشاہدہ اور مطالعہ ازحد ضروری ہے۔

جدید سائنسی تحقیقات سے اسلام کی تائید

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

''آج کل کی تحقیقات میں طاعون کی جڑ کیڑے یا اجرام صغیرہ ثابت ہوئے ہیں۔ میں بھی اس تحقیقات کو پسند کرتا ہوں کیونکہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور اسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے''۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۶۹)

کاغذ

لکڑی سے کاغذ بننے کی ابتداء چین میں ہوئی۔ غالب گمان ہے کہ انسان یہ فن بھی بہت سے دیگر فنون کی طرح اپنے ماحول کے دقیق مشاہدہ سے حاصل کیا۔ اس کا خیال بھڑ کو اپنے گھر لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بناتے دیکھ کر آیا ہوگا۔

کاغذ جس فیکٹری میں بنایا جاتا ہے اُسے Paper Mill کہا جاتا ہے۔ جہاں سب سے پہلے لکڑی کو چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تا مختلف کیمیائی مادوں کے ریشوں میں مضبوطی، ہموار سطح اور شفاف کاغذ تیار کیا جاتا ہے۔

کاغذ میں موم شامل کرلی جائے تو کسی حد تک وہ پانی سے بچنے کے قابل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مختلف رنگ ملا کر مختلف رنگوں کے کاغذ حاصل کئے جاتے ہیں۔

تقریباً زمین کا ایک تہائی حصہ درختوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اکثر درخت ہمیں کاغذ فراہم کرتے ہیں۔ ایک لکڑی کے اندر جو لائنیں آپ کو نظر آتی ہیں وہ دھاریاں کہلاتی ہیں۔ یہ دھاریاں بے شمار ریشوں سے بنتی ہیں۔ ان ریشوں کا کام درخت کے مختلف حصوں میں پانی پہنچانا ہوتا ہے۔ کاغذ بنانے کے لئے ان ریشوں کو الگ کرلیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان کو ملا کر کیمیائی اجزاء کے ذریعے کاغذ تیار کیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح کا جس طرح کے کاغذ پر آپ یہ تحریر پڑھ رہے ہیں۔

کاغذ بنانے کے لئے درختوں اور دیگر کیمیاوی اجزاء کا استعمال کم کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے ہم سب کو مل کر استعمال شدہ بیکار کاغذوں اور گتوں وغیرہ کو اکٹھا کر کے دوبارہ فیکٹریوں میں پہنچانا ہوگا تا انہی سے دوبارہ کاغذ بنایا جاسکے۔

بال یا ناخن کاٹنے پر درد کیوں نہیں ہوتا؟

ہمارے پورے بدن پر موجود جلد میں اعصاب کی تاروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ جب بھی جلد کسی جگہ سے کٹتی ہے یا چوٹ کا نشانہ بنتی ہے تو جلد میں موجود اعصاب کے تار متاثر ہو کر متحرک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں درد محسوس ہوتا ہے۔ لیکن ناخنوں اور بالوں میں اعصاب کے تار نہیں ہوتے۔ اسی لئے جب انہیں کاٹا جاتا ہے تو ہمیں کسی قسم کا درد محسوس نہیں ہوتا، کیونکہ درد پیدا کرنے والا نظام متحرک اور بیدار ہی نہیں ہوتا، لیکن ناخنوں اور بالوں کی جڑوں میں زندہ خلیے ہوتے ہیں جن میں اعصاب کے تار موجود ہوتے ہیں چنانچہ جب بالوں کو یا ناخنوں کو کھینچا جاتا ہے تو درد محسوس ہوتا ہے۔

سوالات

۱۔ نظام شمسی کے تمام سیارے سورج کے گرد Anti-Clockwise گردش کرتے ہیں۔ سوائے ایک سیارے کے۔ بتایئے وہ کونسا سیارہ ہے؟

۲۔ قطب شمالی اور قطب جنوبی کے نصف قطر رداس (Radius) میں کتنا فرق ہے؟

۳۔ نظام شمسی کے تمام سیاروں کے نام دیومالائی ناموں پر ہیں سوائے ایک کے اور وہ کونسا سیارہ ہے۔

جوابات

1- زہرہ - Venus

2- 44 کلومیٹر - 44km

3- زمین Earth

✡ ✡ ✡ ✡ ✡

اہلِ زباں تو ہیں بہت......

ہم ہی میں تھی نہ کوئی بات یاد نہ تُم کو آ سکے
تم نے ہمیں بھلا دیا، ہم نہ تمہیں بھلا سکے

تم ہی اگر نہ سن سکے قصۂ غم، سنے گا کون
کِس کی زباں کھلے گی پھر ہم نہ اگر سنا سکے

ہوش میں آ چکے تھے ہم جوش میں آ چکے تھے ہم
بزم کا رنگ دیکھ کر سر نہ مگر اٹھا سکے

رونقِ بزم بن گئے لب پہ حکایتیں رہیں
دِل میں شکائتیں رہیں لب نہ مگر ہلا سکے

شوقِ وصال ہے یہاں لب پہ سوال ہے یہاں
کس کی مجال ہے یہاں ہم سے نظر ملا سکے

ایسا ہو کوئی نامہ بر بات پہ کان دھر سکے
سن کے یقین کر سکے، جا کے انہیں سنا سکے

عجز سے اور بڑھ گئی برہمی مزاجِ دوست
اَب وہ کرے علاجِ دوست جس کی سمجھ میں آ سکے

اہلِ زباں تو ہیں بہت، کوئی نہیں ہے اہلِ دل
کون تری طرح حفیظ درد کے گیت گا سکے

(حفیظ جالندھری)

ماہنامہ خالد
فروری
2005ء

کورس قوت باہ
سپریم پاور
لبوب کبیر
قوت باہ اور امساک کے لئے
کورس جریان
اکسیر جریان
سفوف مغلظ
جریان احتلام سرعت انزال کا کامیاب علاج
کورس سیلان الرحم (لیکوریا)
تریاق الرحم
سپاری پاک
سیلان الرحم (لیکوریا) اور جملہ امراض زنانہ کا شافی علاج
قابل اعتماد طبی ادارہ
ملک بھر سے ڈسٹری بیوشن۔ اسٹاکسٹ۔ سیلز مین۔ برانچ مینیجر
کے خواہشمند حضرات فوری رابطہ کریں
دواخانہ حکیم اکمل خان
صادق آباد راولپنڈی فون نمبر 092-51-4429888

ہم سب دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ جماعت
احمدیہ عالمگیر کو دن دُگنی رات چوگنی
ترقیات عطا فرماتا چلا جائے۔
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ مجلس
مجلس گوجر خان ضلع راولپنڈی
☆☆☆

ماں کا پیار بھرا انتخاب
ذائقہ بناسپتی
خالص جیسے ماں کا پیار
رحمان گھی مرچنٹ 186/W
نمک منڈی۔ راولپنڈی
ڈسٹری بیوٹر ذائقہ بناسپتی
وکوکنگ آئل
ذائقہ
051-5541918-5772551
0300-8568300
aala74@hotmail.com

خدا تعالیٰ ہمیں احسن رنگ میں

جماعت احمدیہ کی خدمت کرنے

کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

منجانب

قائد مجلس و عاملہ

سٹیلائیٹ ٹاؤن جنوبی راولپنڈی

بڑھے چلو شاہراہِ دینِ متیں پہ دَڑّانا ، سائباں ہے

تمہارے سر پہ خدا کی رحمت قدم قدم گام گام کہنا

ربوہ میں پہلا شادی گھر

سرسبز، خوبصورت، پرسکون گردونواح، دیدہ زیب ماحول، پہاڑوں کے دامن میں

ترقی کی طرف ایک قدم

گوندل بینکوئٹ ہال

عنقریب ائیر کنڈیشنز کی سہولت سے آراستہ

شادی و بیاہ ودیگر فنگشنز کے لئے لذیذ کھانوں ودیگر ریفریشمنٹ کی مکمل ورائٹی ،وسیع پارکنگ

آفس 212758
گھر 212265

ایڈریس: بالمقابل بیت المبارک سرگودھا روڈ دارالفضل۔ ربوہ

جدید ورائٹی اور معیاری خریداری کا مرکز

BEST RETURN OF YOUR MONEY

پروپرائٹر: شاہد احمد

انصاف کلاتھ ہاؤس ریلوے روڈ ربوہ۔ فون 04524-213961

خالص سونے کے زیورات کیڈیم کے ساتھ

پروپرائٹر

میاں اظہر احمد، میاں مظہر احمد

محسن مارکیٹ، اقصیٰ روڈ ربوہ

دوکان 212868
گھر 212867

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات خریدنے کے
لئے تشریف لائیں
راجپوت جیولرز
جدید فینسی، مدراسی، اٹالین،
سنگاپوری ورائٹی دستیاب ہے
انٹرنیشنل معیار کے مطابق زیورات بغیر ٹانکے کے تیار
کئے جاتے ہیں
گول بازار ربوہ
فون: 04524-213160

رانا ذیشان جیولرز
سونے چاندی کے
جدید زیورات کا مرکز
مین روڈ قلعہ کالروالہ تحصیل پسرور
پروپرائٹر
ہارون احمد اینڈ سنز
شعیب احمد، محمد ذکریا، ذیشان احمد
فون دوکان: 0432-632075
فون رہائش: 0432-632148

احمدی دوستوں کے لئے خصوصی رعایت
بٹ بلال آٹوز
یاماہا، ہنڈا، سوزوکی اور کاواساکی
کے پارٹس دستیاب ہیں
کشمیر روڈ بالمقابل باٹا مارکیٹ سیالکوٹ
پروپرائٹر
منصور احمد بٹ
فون: 269738

خدا تعالیٰ کے محبوب بیٹے کی بشارت

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مری ہر بات کو تُو نے چلا دی
مری ہر روک بھی تو نے اُٹھا دی
مری ہر پیش گوئی خود بنا دی
تری نسلاً بَعِیْداً بھی دِکھا دی

جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

Monthly
Digitized By Khilafat Library Rabwah
C. Nagar

Editor:
Mansoor Ahmad Nooruddin

February 2005
Regd. CPL # 75/CR